

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

گلدستہٴ سخن

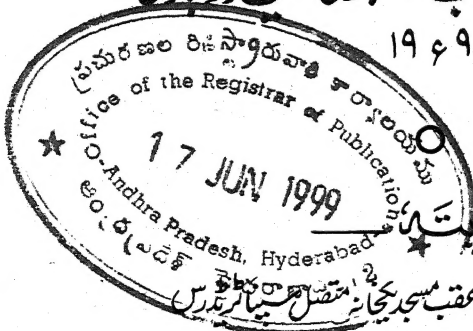
حصہ دوم

سماجی و ادبی موضوعاتی نظموں کا انتخاب

Acc. No. 728
مصنفہ

محمد انان علی شاقب صابری حیدر آبادی

۱۹۶۹



مکان نمبر 22.8-467 عقب مسجدی متصل حسینا پور

حویلی قدیم حیدر آباد

ذکر 526919



فہرست موضوعات گلدستہ

صفحہ نمبر

- ۱۔ تعارف ۴
- ۲۔ تاثرات اکابرین و دانشوران ۱۰
- ۳۔ محسوسات طالب علم ۱۷
- ۴۔ ترازۂ طالبان علم ۲۰
- ۵۔ ترازۂ معلم ۲۳
- ۶۔ علم کی اہمیت و ضرورت ۲۵
- ۷۔ علم کی فقیئت اور تعلیم نسوان کی اہمیت ۲۸
- ۸۔ ہماری اُردو اور اس کا موقف ۳۳
- ۹۔ اُردو مثنوی ۳۶
- ۱۰۔ اُردو ناول اور اس کا موقف ۳۹
- ۱۱۔ فن عروض کی اہمیت ۴۲
- ۱۲۔ یاد تاسیس آئندہ پریڈیش ۴۶
- ۱۳۔ ہم مل کر عید منائیں گے ۴۹
- ۱۴۔ یاد فلسطین ۵۲
- ۱۵۔ جہیز اور ہم ۵۵
- ۱۶۔ خاندانی صلاح و بہبود کے ترجمان اشعار ۵۹
- ۱۷۔ ایک شادی ایجنڈا کی ۶۲

۶۸	جوزا جہیز چھوڑ	۱۸-
۷۰	شاعر اور ماڈا	۱۹-
۷۳	مقام اقبال	۲۰-
۷۶	تعارف جمعیت العلماء	۲۱
۸۲	پانی کی حقیقت اور اسکی اہمیت	۲۲
۸۷	ہم اور ہمارا پانی	۲۳-
۹۰	ہماری سڑکیں	۲۴-
۹۳	اجتماعی شاہیل کی تہنیت	۲۵
۹۵	خاک طیبہ ٹرسٹ	۲۶-
۹۷	فضیلت تعمیر مسجد	۲۷-
۹۹	تعارف جامعۃ الفاروقیہ	۲۸-
۱۰۱	فضیلت آثار مبارک	۲۹-
۱۰۳	دارالقضات	۳۰-
۱۰۵	فضیلت روزہ داری	۳۱-
۱۰۷	انجمن قادری	۳۲-
۱۰۹	فلسفہ شہادت	۳۳-
۱۱۳	تعارف الفلاح کینی	۳۴-
۱۱۵	تعارف اجمیہ قدس	۳۵-
۱۱۸	تعارف غنط برقعہ اسدای	۳۶-
۱۲۰	تعارف عود اگر و فارس	۳۷-

تعارف

جناب محمد امان علی ثاقب صابری ایک کہنہ مشوق پُر گوشتاعر ہیں ساتھ ہی خوش فکر بھی ہیں۔ زاید از پچاس سال سے شعر گوئی میں مشغول ہیں۔ ہر صنفِ شاعری میں فکر سخن کی ہے۔ توحید و رسالت پر خاص توجہ ہے۔ حمد و نعت، توحید الہی اور عشقِ رسالت میں ڈوب کر کہتے ہیں اور بزرگمانِ دین۔ پیرانِ عظام اور مشائخِ کرام کی سبقت میں وہ کمال پیدا کیا کہ ان کے ساتھ عقیدت کا حق ادا کر دیا ہے۔ نیز علومِ دنیا و دین کی نامور اور جلیل القدر شخصیتوں پر بڑی تعداد میں نظمیں لکھی ہیں جن میں ان شخصیتوں کے کمالات کو بہ حسن و خوبی قلمبند کیا ہے اور بلا کسی مبالغہ کے ایک مکمل اور واضح قلمی تصویر پیش کی ہے۔ جناب ثاقب صابری کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اپنے ممدوح کے نام کو ردیف بنا کر اپنے اظہارِ رقی و صداقت کو جاری رکھتے ہیں اور اس بات کا میل دواں جاری و ساری رہتا ہے۔

جناب ثاقب صابری کے کلام کی ایک اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اپنے غزل سے زیادہ نظم کی طرف توجہ دی ہے۔ اور نظموں میں موضوعاتی نظموں کو اولیت حاصل ہے۔ چنانچہ اپنے جنوری ۱۹۹۳ء میں اپنی موضوعاتی نظموں کا ایک انتخاب بنام ”گلستہ سخن“ شائع کیا۔ اس مجموعہٴ سلام کے تعارف میں خود کہتے ہیں کہ

”اس دور کے مفکروں، دانشوروں، شعرا و قلم کاروں سے موجود حالات و تقاضے بہ مطالبہ کرتے ہیں کہ اپنی فکری و تخلیقی صلاحیتوں کو جب الوطنی کے فربغ، خوشحالی و وطن کے استقرار، جمہوریت کے استقلال اور سیکولرزم کی وسعت و استحکام کیلئے دلکش اور عام فہم انداز میں عوام کے سامنے پیش کریں۔ اسی احساس اور تقاضے نے اس شاعر کے قلم سے سماج اور قوم کے مختلف گوشوں اور متفرق زاویوں کی تصویر کشی و شعر کے آئینہ میں کی ہے کہ ایک صالح ذہن تشکیل و فروغ پاسکے“

مزید کہتے ہیں ہے

اس دور کا تقاضا جس کا ہوا ہے طالب

تعمیر کا اثاثہ گلدستہ سخن ہے

چنانچہ اس گلدستہ سخن میں مختلف اور مستوع موضوعات پر نظمیں منتخب اور شریک کی گئی ہیں۔ چنانچہ علم، اردو، وطن، امن، فرقہ پرستی، آزادی، قومی یکجہتی، جامہ نظامیہ، جامہ ہمدرد نگر۔ طریت المال اور دیگر مذہبی عنوانات وغیرہ سے متعلق نظمیں موجود ہیں۔ چند شعر منتخب اور پیش ہیں۔ قومی یکجہتی پر اظہار خیال ملاحظہ ہو۔

پیشوایان مذہب سب ہیں اس پر متفق

جادو رشد و ہدایت قومی یکجہتی میں ہے

صرف مٹھی بھر ہیں ظالم نشہ طاقت میں یہ جور

ورنہ اپنی اکثریت قومی یکجہتی میں ہے

اختلاف ذات و مذہب پھول کی مانند ہیں

ان کے گلدستے کی صحت قومی یکجہتی میں ہے

فرقہ پرستی کی کلاستائیوں کا ذکر دیکھئے۔

گھروں کو جلاتی ہے فرقہ پرستی

قیامت اٹھاتی ہے فرقہ پرستی

عدالت کی منکر، صداقت کی دشمن

فقط شدہ بچاتی ہے فرقہ پرستی

نہ ہوں ایک ہندو، مسلمان اور سکھ

یہی تو سمجھاتی ہے فرقہ پرستی

سیکولر نہ ہو ملک اور خود ہو حاکم

بہ وقت نہانی سے فرقہ پرستی

علم کے بارے میں علمی ترغیب یوں پیش ہے۔
 علم نعمت بھی ہے، علم دولت بھی ہے
 زندگی کی بڑی اک عظمت بھی ہے
 علم کا سیکھنا اور سکھانا ہے فرض
 اس میں عزت بھی ہے حسن خدمت بھی ہے
 علم اک نور ہے، علم اک تاج ہے
 آرزوؤں کے سر پر سجاتے چلو
 شرم ہے اور ندامت ہے ناخواندگی
 علم کو اپنا مقصد بناتے چلو

انقلاب کے لوازم ملاحظہ ہوں۔

چاہئے اسلام کی جمہوریت
 سر بلندی ہے انہیں کے واسطے
 سب سے زیادہ دیر بن کر ہم رہیں
 ہے یہی تابانی، نورِ قدم
 منتشر اجڑا اگر ہو دیں بہم
 دشمنوں کے سامنے ثابت قدم

اپنی زبان کے سراپا کا بیانا ہوں ہے۔

ہند کی گود میں جب تو پیدا ہوئی
 جب تو دلی سے بڑھ کر دکن آگئی
 تجھ کو اپنائے جاتے تھے شاہ و گدا
 تیرے رطب اللسان تھے سراج و دلی
 جب دلی تجھ کو لے شہر دلی گئے
 میر و غالب پرست تیرے ہوئے
 تو علمدار تہذیب تنگ و جنم
 تو زبانوں کے ایوان کی شہتیر ہے
 خلقتِ ہند سب تجھ پہ شیدا ہوئی
 بہمنی سلطنت تیری ہمدرد ہوئی
 تیرے شیدائی تھے اصفیا، اقصیا
 تیرے شہساز سب ہیں قطب مشتری
 شہرِ دہلی کے دل تجھ پہ آہی گئے
 اور چلکتے دس رشار تیرے ہوئے
 لفظِ اتصالِ شمال و دکن
 تو دلوں کو ملانے کی زنجیر ہے

ملک و قوم کی تعمیر میں عملی اقدام ”سٹ دن“ کی ترجمانی شاقب کی نبیانی تھے۔

اپنے فیضان کا ہوتا ہوا دریا سٹ دن بیت طبقات کا دلدار و سہارا سٹ دن اس سے رزوی کے کھلے آج ہزاروں ہی در فخر ہے ناز کے قابل ہے ہمارا سٹ دن شاعر کی نگارہ دور میں سے ہمدرد نگر کیسے پوشیدہ رہتا۔ کہتے ہیں۔

فیضانِ عمومی کا محمد ہمدرد نگر ہمدرد نگر ہے سارے اداروں میں۔ رتر ہمدرد نگر ہمدرد نگر محمود ہوسجان اللہ یہ آج حمید و حامد سے دلی کا ہے اک روئے انور ہمدرد نگر ہمدرد نگر نکلنے کی طیب حاذق اب اور خطِ رحابی کم ہو گا ڈھلے ہیں یہاں ایسے جوہر ہمدرد نگر ہمدرد نگر ملت کو سرچشمہ علم جامعہ نظامیہ کی دین کا ترازہ تھے۔

اک دین کا اُجالا جامعہ نظامیہ ہے انوار کا نظارہ جامعہ نظامیہ ہے بغداد و اندلس کی کرنوں کا ترجمان ہے ازہر کی شان والا جامعہ نظامیہ ہے درس حدیث و قرآن، معقول اور منقول اک جلوہ مدینہ جامعہ نظامیہ ہے مندرجہ بالا عنوانات کے علاوہ جناب شاقب صابری مذہبی عنوانات مثلاً عبیدین۔

رضان شریف، شب قدر و شبِ برات۔ اور معراج شریف پر بڑے اثر انگیز اور سبق آموز خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اس پہلے مجموعہ ”گلستہ سخن“ مطبوعہ ۱۹۷۹ء میں اور نظمیں شریک ہیں۔ ۱۹۹۳ء سے ۱۹۹۷ء تک جناب شاقب صابری ”دیدہ بینئے قوم“ کے اپنے منصب کا فرض نبھاتے ہوئے اور مختلف و متنوع موضوعات پر نظموں کا سلسلہ جاری رکھا۔ اب دوبارہ انہوں نے ان نظموں کا انتخاب کیا اور ۳۴ نظموں کو چن کر ”گلستہ سخن“ حصہ دوم کے نام سے پیش کرنے کا تصفیہ کیا۔ یہ نظمیں بھی اہم ترین موضوعات پر گونا گوں عنوانات سے سجی ہوئی ہیں۔ ان میں علم کی فیض و وفور، تعلیم و سول کی اہمیت پر نظمیں اور متعلم و معلم کے ترانے شامل ہیں۔ ساتھ ہی عیدِ رزے، دارالافتات، جہیز جوڑا گھوڑا، ایک شادی، اور اجتماعی شادیاں تیز خاندانی فلاح و بہبود کے مسائل، شاعر اور ٹاڈا، ہم ادھ ہمارا پانی اور ہماری سڑکیں جیسے مسائل پر بھی اظہار خیال کیا گیا ہے۔

نیز تعلیمی و فلاحی ادارے جیسے جامعۃ الفاروقیہ، جمعیت العلماء، خاک طیبہ ٹرسٹ، انجمن قادری اور الفلاح کمپنی کا تعارف موجود ہے اسکے ساتھ ہی ادبی موضوعات اُردو مثنوی، اُردو ناول، فن عروض، ہمدی اُردو اور اس کا موقف، اور مقام اقبال پر نظمیں انتخاب میں شامل ہیں۔

اُردو میں جتنی اصناف سخن مروج ہیں کسی زبان میں اتنی اصناف نہیں ہیں، ویسے اُردو نظم کا بڑا حصہ غزل پر مشتمل ہے۔ غزل میں مروجہ مضامین اور پہلے کی کہی ہوئی باتوں کو نیا رنگ دیکر شعر کہے جاسکتے ہیں۔ اور غزل میں ردیف قافیہ بھی شعر کہنے میں مدد کرتے ہیں اسکی وجہ سے طرح پر کہی گئی غزلوں میں ردیف قافیہ کی وجہ سے اکثر خیالات لڑ جاتے ہیں۔ اور پورے پورے مصرعے تو اُرد کی زد میں آ جاتے ہیں مگر نظم نگاری میں یہ آسانی حاصل نہیں ہے۔ نظم نگار کے پاس جیب تک کہنے کیلئے کچھ خیالات نہیں نظم کہیں جاسکتی۔ شاعر جب اپنی آنکھ کھلی رکھتا ہے۔ اور اپنے ماحول دگر دو نواح کو دیکھتا ہے تاثر حاصل کرتا ہے تو دل و دماغ میں جذبات ابھرتے ہیں۔ خیالات پیدا ہوتے ہیں اور شعر کہنے کا سلیقہ ان خیالات کو اشعار میں ڈھال دیتا ہے۔ جناب ثاقب صابری کو شعر کہنے میں یدِ طولی حاصل ہے زبان کے الفاظ اور محاورے صف باندھے اپنے استعمال کے منتظر رہتے ہیں اور بیان کا سیل رواں اپنی تمام جولانیوں کے ساتھ کار فرما آگے بڑھتا جاتا ہے۔ نظموں کا یہ مجموعہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ نمونہ چاند اشعار پیش ہیں تاکہ یہ اندازہ ہو جائے کہ جناب ثاقب صابری نے مضامین و مسائل کا کس طرح ہمہ جہتی احاطہ کیا ہے۔

دل، ازل سے اب تک ہے اسکی نظر میں	ہے وہ سرمہ چشمِ ایساں شہادت
خدا تک رسائی کا ہے ایک ذینہ	ہے حسن تمنائے پانکال شہادت
خدا نے کہا ان کو مردہ نہ سمجھو	چھپائے جسے زیرِ دامن شہادت

(ب) آزادی وطن کی تحریک کی حرارت — ملت کی رہنما ہے جمعیت العلماء
 بہ رورہ جناب مفتی حسین احمد — حق کی عظیم طاقت، جمعیت العلماء

(ج) فیض بخشی کا پر نور مینا ہے خاک طیبہ ٹرسٹ
جن کو اللہ سے سرفرازی ملی۔ درد مندی ملی نہ ان کی کوشش سے ملت کا معمار خاک طیبہ ٹرسٹ

(د) اعتدال لذت و تسکین انساں کا ہے حق

بے لگائی ہو کس پر تازیانہ ایدڑ ہے

داعی درد و الم ہے قاطع چین و سکون

بدنعل، بدنفس انساں پر نشاۂ ایدڑ ہے

(دھ) سزاوار عزت ہے دارالافتات ہماری ضرورت ہے دارالافتات

حدیث اور قرآن کی اتباع میں نفاذ شریعت ہے دارالافتات

(و) بغاوت، عدالت، کچلنا ہے لازم مگر اس حقیقت کو پہچان ٹاڈا

نمازوں کا پڑھنا بغاوت نہیں ہے کیا ان کو تو نے پریشان ٹاڈا

یہ بہتر ہے معدوم ہو جائے خود تو دل دیکھ اپنا گریباں ٹاڈا

ۛ

گلدستہ سخن کی پہلی جلد جنوری ۱۹۶۳ء میں طبع ہو کر قبول عام کی سند حاصل کر چکی ہے۔

اب گلدستہ سخن کی دوسری جلد ہدیہ قارئین ہے یقین ہے کہ یہ دوسری جلد بھی اپنی گونا گوں افادیت اور خصوصیات کی بنا پر ہاتھوں ہاتھ لی جائے گی اور خباب ثاقب صابری کے زور قلم کا لوہا منوا سکی ہے

بقلم

محمد قمر الدین صاحب ری ایم اے، ایم فل

ال ال بی۔ ریسرچ اسکالر

صدر مکتبہ شاداب

مدیر ماہنامہ شاداب، حیدرآباد

تاثرات اکابرین و دانشوران

تاثرات محترم جناب لکڑ محمد انور الدین صاحب

صدر شعبہ اردو یونیورسٹی - حیدر آباد۔

بہ گلدستہ سخن ہندو

”مہک“



جناب محمد انور علی ثاقب صابری۔ حیدر آباد کے ایک کمزور مشق، خوش فکر اور
قادری البیان سخنور ہیں۔ مبداء فیض سے انہوں نے طبیعت کی موزونی پائی ہے بچپن ہی سے شعرو
سخن کا ذوق تھا۔ حیدر آباد کی ادبی فضاؤں میں ان کے ذوق کی تہذیب و نشوونما ہوئی ثاقب صاحب
کو حضرت مولانا ہاشمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سید شاہ اسد اللہ صفوی رحمۃ اللہ علیہ اور جناب علامہ ضیعت اللہ
صاحب سے کثرت شرف و تلمذ حاصل ہے اساتذہ کی خاص توجہ اور تربیت نے ان کے آئینہ فک کو جلا بخشی۔
ثاقب صاحب کا مکمل شاعری خداداد ہے۔ لیکن انہوں نے اساتذہ کی محبتوں اور اپنے مطالعہ سے فنی
شاعری کی اصطلاحات، اور اسرار و رموز سے واقفیت حاصل کی اور علم قافیہ و عروض میں ہمارے
پیدا کی، ان کا کلام فن اور شعور کی پختگی اعتماد اور خلوص سے ملتا ہوتا ہے۔

ثاقب صاحب فطرتاً نہایت کم آئینہ اور منکر المزاج واقع ہوئے، اپنی شخصیت اور فن کی
نمود و نمائش کا شوق اور شہرت کی ہوس ان کو چھو کر بھی نہیں گزری ورنہ ان کے جیسا جیسا گئے
زرد و تویس اور تیز فک شاعر اس طرح پروردہ گمنامی میں نہ رہتا۔ اس میں زمانے کی تاقدری سے زیادہ
خود ثاقب صاحب کی اپنی افتاد طبع کا بھی بڑا دخل ہے کہ وہ شہرت اور ناموری کے پیچھے نہیں
دھڑرتے۔ تاہم ان کے آٹھ مجموعے زیور طباعت سے آراستہ ہو چکے ہیں۔

پیش نظر مجموعہ ”گلدستہ سخن“ ان کی سماجی ادبی موضوعاتی نظموں کے انتخاب پر
مشتمل ہے۔ ثاقب صاحب کے فکر کا کیتوس نہایت وسیع اور موضوعات نہایت متنوع ہیں۔
انہوں نے ہر سماجی مسئلے اور تہذیبی موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ ان کے کلام کے مطالعہ سے ذہن میں

یہ سلا تاثریہ بھرتا ہے کہ ان کی ہر نظم ایک ہی نشت کی تخلیق ہے ادنیٰ البدیہ لکھی گئی ہے
بجزستہ نگار کی تمام اوصاف ان کی ہر نظم سے بدلتا آتشکار ہیں۔

شاقب صاحب اردو شاعری کی کلاسیکی روایت کے ترجمان ہیں اسکے ساتھ ساتھ وہ دکن
کی قدیم تہذیب کے والد و شیدائ بھی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں قدیم تہذیبی اقدار
ادب کلاسیکی ادبی روایات کا حسین سنگم نظر آتا ہے۔ یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے
کہ شاقب صاحب اردو کی تخلیقی روایت کے صلح عناصر جذب فرد کئے ہیں لیکن ان کے
موضوعات فرسودہ اور پامال نہیں ہیں۔ انہوں نے ایک صاحب فکر اور صاحب بصیرت انسان
کی طرح کھلی آنکھوں سے سماج کا مطالعہ کیا ہے۔ ان کے ہاں عصری زندگی کے مسائل اور تجربات
کا گہرا شعور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی نظموں کو لالہ و گل کی روایتی حکایتوں کی بجائے دور حاضر
کے انسان کی زندگی کے علمی مسائل اور حقیقی موضوعات سے وابستہ کیا ہے جس سے ان کی بنجیدگی فکر
اور توازن طبع کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کی اس قسم کی سماجی موضوعاتی نظموں میں جہیز اور ہم "ایک شادی
اپنوں کی" جوڑا جہیز چٹورو" شاعر اور ناڈا اور ہماری سڑکیں" قابل مطالعہ ہیں شاقب صاحب نے خود
ادب کی بھی بعض اصناف کو اپنی نظموں کا موضوع بنایا ہے۔ جیسے "اردو شنوی"، "اردو ناول وغیرہ۔ ان موضوعات
کی ندرت اور انفرادیت چونکانے والی ہے۔

یہاں موقع نہیں ہے کہ شاقب صاحب کے کلام کے نمونوں سے ان کی شاعری کے محاسن اور لطافت کی معرفت
کی جائے۔ شاعر کا کلام خود اسکے فن اور شعور کا آئینہ تو ہے۔ مجھے یقین ہے کہ شاقب صاحب کے پیش نظر
شعری مجموعے "گلدستہ سخن" کو جو فن شاعری کی مختلف االوان گلوں سے ہمکد ہے۔
سائقین ادب اور ارباب ذوق۔ نگہد سے کی طرح ہاتھل ہاتھ لیں گے۔

بقلم و دستخط

ڈاکٹر محمد الودین صدیقی
مرکزی یونیورسٹی گجراتی بادی حیدر آباد

۱۶ اکتوبر ۱۹۶۹ء

سازاتِ عالیجناب پرنسپل ڈاکٹر امیر عارفی صاحب
صدر شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی - دہلی

گلدستہء سخن ”رحمۃ دوم“



جناب آقاب صابری خوش فکر و خوش عقیدہ شاعر ہیں۔ تقریباً نصف صدی سے شعر کہتے ہیں ان کے اشعار سے ان کی بہتہ شغفی ظاہر ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اظہار خیال کے لیے الفاظ ان کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے ہوتے ہیں۔ ان کے بیان کی روانی اور سلاست و صفائی صاف بتاتی ہے کہ اپنی بات کہنے پر انہیں عبور حاصل ہے۔

میں نے ان کی بہت سی شخصی تعارفی نظمیں پڑھی ہیں جن میں انہوں نے زیر بحث شخصیت کے کئی پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔ یہ جب بھی کوئی تعارفی نظم لکھنا چاہتے ہیں عموماً زیر نظر شخصیت کے نام کو ردیف بنا لیتے ہیں اور ہنایت و افح قلبی تصویر و کشف انداز میں پیش کرتے ہیں اور ایسا کلام یہ کہ اکثر قلم برداشتہ لکھتے ہیں۔ میں بھی ہوا ہے کہ انہوں نے کسی شخصیت کو پہلی دفعہ دیکھا یا اخبارات میں پڑھا یا اس شخصیت کی تقریر سنی۔ ہاں میں پچھلی سیٹ پر بیٹھے بیٹھے تعارفی نظم لکھ دی اس نظم میں شخصیت اپنے پورے نکھار کے ساتھ جلوہ گر نظر آتی ہے اس سے شاعر کے ساتھ کئی قوت اور اسکے اظہار پر کمال کا بھر پور اندازہ ہوتا ہے۔

جناب شاقب صابری نے ہر صنف سخن پر طبع آزمائی کی ہے لیکن انہیں نظم نگاری میں جہاد نامہ حاصل ہے۔ اور مختلف و متعدد موضوعات پر نظمیں لکھی ہیں۔ چنانچہ ۱۹۹۳ء میں موضوعاتی نظموں کا انتخاب گلدستہء سخن کے نام سے شائع کیا جس میں ۳۱ نظمیں شامل ہیں۔ اسکے بعد بھی ایسی نظموں کا سلسلہ جاری رہا اور اب ایک اور انتخاب گلدستہء سخن حصہ دوم اشاعت کے مراحل طے کر رہا ہے۔ مجھے اس مجموعہ کے سرسری مطالعہ سے یہ اندازہ ہوا کہ ان ۳۴ نظموں کے موضوعات اور

مضامین ایک ایسا آئینہ ہے جس میں شاعر کی شخصیت حسنِ فن کے ساتھ ابھر کر سامنے آتی ہے اور شعری محاسن بھی نمایاں ہوتے ہیں۔

شاعرِ مدوح نے انہی مسائل اور موضوعات پر فکرِ سخن کی ہے جو ملک و ملت کو آج درپیش ہیں۔ شاعر نے اپنی آنکھیں کھلی رکھی ہیں اور اپنے اطراف کے ماحول کو دیکھ کر اس پر اپنے تاثرات، بلا کم و کاست بیان کر دیئے ہیں۔ چونکہ بات دل سے نکلی ہے اسلئے پُر اثر ہے اور جب اس پاس کے ہمارے مسائل کو چھیڑا گیا ہے تو یقین ہے کہ ان نظموں کو پڑھا جائے گا۔ اور ان کی روشنی میں تعمیرِ ملک و قوم کے لیے صحیح سمت میں قدم بڑھائے جائیں گے۔ مجھے اُمید ہے کہ ان نظموں کو اسی طرح قبولیتِ علم کی سند حاصل ہوگی جیسے ”گلدستہ“ سخن کی پہلی جلد اور دوسری تصنیفات کو حاصل ہوئی ہے۔ فقط

دستخط

جناب ڈاکٹر امیر عارفی پروفیسر و صدر شعبہ اُردو

دہلی یونیورسٹی دہلی

۱۲ اکتوبر ۱۹۹۷ء حیدرآباد





از، محترم پروفیسر محمد عبد الرزاق فاروقی
سابق صدر شعبہ اردو گلبرگ یونیورسٹی

پیش لفظ

”اللہ مغفرت فرمائے۔ خواجہ اردو پروفیسر خواجہ احمد فاروقی یہ فرمایا کرتے تھے کہ اردو تحقیق سے وابستہ اصحاب روزانہ اخبار نہیں پڑھتے بلکہ سوسائٹیز پرانے اخبارات کو بڑی غرق ریزی سے پڑھنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ ماضی میں گم ہو جانے کی یہ عادت کچھ اس انداز سے سرایت کر جاتی ہے کہ جب کبھی وہ کوئی نظم یا غزل یا ادب کے کسی شہ پارے کو پڑھتے ہیں تو اسے لطف لینے کی بجائے ادراک مافی میں کھو جاتے ہیں۔ جب میں پہلی مرتبہ محمد امان علی شائق صابری کو سنا تو میرا ذہن حضرت حکیم ولی علیہ السلام سے ملتا تھا۔ وہی کی منظوم رامائن سے ہوتا ہوا استاذی ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور تک پہنچ گیا۔ حکیم ولی علیہ السلام نے بریابندی قافیہ ”ن“ چھ ہزار سے زائد اشعار پر مشتمل رامائن کا منظوم ترجمہ کیا تھا۔ میں نے اس وقت شعری کارنامے کا پیش لفظ لکھا تھا اور استاذی ڈاکٹر زور سے اس کا مقدمہ لکھوایا تھا۔ منظوم رامائن کو پڑھ کر آدرا صحت لکھا تھا۔

”شعرا مشاعروں میں شرکت کر کے پھلچھریاں چھوڑتے ہیں۔ کوئی طویل نظم لکھنا ان کے بس کی بات نہیں۔“

میں نے اسلامی ادب پر ایک مقالہ سنٹرل یونیورسٹی حیدرآباد کے اساتذہ اور ان کے تلامذہ کی ایک محفل میں تنقید کیلئے پیش کیا تھا۔ شائق صابری پگھلی صف میں خاموش بیٹھ رہے۔ جب سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا تو شائق صابری نے ایک منظوم تبصرہ سنایا۔ اس میں میری کچھ تعریف و توصیف بھی تھی۔ میں بچائے مسرور ہونے کے کچھ دیر کیلئے ڈاکٹر زور کے انکار میں کھو گیا۔ شائق کے برجستہ طویل نظم تخلیق کر کے اپنی پُرگوئی کا ثبوت دیا تھا۔ برجستگی کے ساتھ

بے ساختگی نے نظم میں معنویت پیدا کر دی تھی۔ بقول استاد ی ڈاکٹر ذور شاقب کی شعری تخلیق پھیلا بھری
ہیں تھی ان کے برسوں کے ریاض کا نتیجہ تھی۔

ڈاکٹر محمد انور الدین صاحب صدر شعبہ اردو نے بتایا کہ شاقب محکمہ تعلیمات کے ایک وظیفہ یاب
استاد ہیں لیکن ان کا ذوق ادب جوان ہے۔ انہوں نے ہم قلم میں داخلہ لیا ہے۔ اور ٹری پابندی سے
شعبہ کی تمام علمی و ادبی محفلوں میں سگرمی سے حصہ لیا کرتے ہیں۔ ہماروں کا منظوم استقبال کرنے
کی روایت کو شاقب نے جنم دیا ہے ہماروں کے ناموں کو شاقب اپنی نظموں کا ردیف و قافیہ بنا لیتے ہیں
نہایت روانی کے ساتھ اور سبک الجھ میں نہ صرف ہمارا استقبال کرتے ہیں۔ بلکہ اکثر اشعار میں ان
کے ادبی یا علمی محاسن کا ذکر کر کے اپنے منظوم تذکرہء عقیدت کو قیام دیتے ہیں ایسے اشعار سے ان
کے مطالعہ کی وسعت اور خود ان کی پاک طینت اور خلوص کی خوشبو ہلکتی ہے۔ اخلاص اور شائستگی کی
خوشبو نہ صرف ان کے کلام میں ہلکتی ہے وہ روزمرہ کی اپنی علمی زندگی میں بھی ان اوصاف سے متصف
نظر آتے ہیں۔ وہ اپنی بیاضوں کے ساتھ صبح صبح تشریف لائے اور مجھ سے یہہ فرمائش کی کہ میں ان
کے کلام کا تفصیلی جائزہ لوں میرے لیے یہہ ایک خوشگوار فریضہ تھا۔

شاقب صابری کا کلام کئی بیاضوں میں بند پڑا ہے۔ موضوعات کا تنوع دیکھ کر شاقب صابری
کی شخصیت کا عنوان حاصل کرنے میں مدد ملی۔ عہری آگہی فن کار کو زندہ رکھتی ہے۔ عہری آگہی سے فن کار
کے سماجی، سیاسی، اور مذہبی شعور کو سہارا ملتا ہے شاقب کی مختلف موضوعات پر طویل نظموں کو
ہم محض قافیہ بمانی نہیں کہہ سکتے۔ یہہ تمام نظمیں شاعر کی بے چین روح کی ترجمانی کرتی ہیں۔

شاقب نے شخصیات سے متاثر ہو کر کئی نظمیں لکھی ہیں یہہ دلائل ان کے سماجی رکھ رکھاؤ
کی ترجمانی کرتی ہیں۔ ایسی نظموں کے ساتھ مختلف موضوعات پر جو طویل نظمیں لکھی ہیں۔
وہ ان کی قاعدہء کلامی کے ساتھ ساتھ ان کے تمدنی شعور کی بھی نشاندہی کرتی ہیں۔ ایسی نظموں کی
ہزنت کافی طویل ہے تاہم میں چند نظموں کے عنوانات کو یہاں پیش کرتا ہوں جس کے مطالعہ سے
شاعر کے سوچنے کے سانچوں کی وسعت اور موضوعات کا تنوع شاعر کی عہریت اور بیدار دہن کی ترجمانی

کرتے ہیں۔

(۱) علم کی فضیلت اور تعلیم نسوان کی اہمیت (۲) ہماری اُردو اور اس کا موقف دس فنی عروض کی

اہمیت (۳) جہیز اور ہم (۴) ایک سادی انہوں کی (۵) ہم اور ہمارا پانی (۶) ہماری سڑکیں (۱۰)

مقام اقبال۔

شائبہ کے کلام اور خاص کر ان کی شخصیت کا ایک اہم وصف جمیل ان کی تصوف سے گہری
 دلچسپی ہے۔ اور انہوں نے سہارنپور عالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس میں کئی خوبصورت
 نعتوں کا نذرانہ پیش کیا ہے اور اولیائے کرام کی شان میں ان کی منقبض اثر انگیزی کا لازوال سرچشمہ ہیں۔
 انہوں نے اکثر بزرگوں اور رالیق احرام شخصیتوں کے لیے دعاؤں کا تحفہ پیش کیا ہے۔ اب میں
 ان کے لئے دعا کرتا ہوں کہ

مع اللہ کرے نورِ قلم اور زیادہ فقط

برقلم خود

پروفیسر محمد عابد الزراق فاروقی

سابق صدر شعبہ اُردو بکر گریو نیوٹرٹی۔

۲۴ اکتوبر ۱۹۹۷ء

منظورہ حیدر آباد اسے پی



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝



محسوساتِ طالبِ علمؑ

میں انساں ہوں مجھے تو انس بس انسانیت سے ہے
کچھ ایسے بھی ہیں جن کو اپنے ہم جنسوں سے نفرت ہے

نہ ہو کچھ فرقِ مذہب فکریں یہہ آدمیت ہے
تمام انبائے آدم میں یہی اک وصفِ وحدت ہے

میں طالبِ علم کا ہوں اور کتا بول سے محبت ہے

مرے پہلو میں جو دل ہے وہ اک الفت کی بستی ہے
یہہ بستی وہ ہے جس میں کچھ بلندی ہے نہ پستی ہے

یہی گنجینہٴ عشرت، متاعِ کیف و مستی ہے
اسی کے نور سے روشن چسراغِ بزمِ ہستی ہے

میں طالبِ علم کا ہوں اور کتا بول سے محبت ہے

پڑھاؤں کا عمل سے درس الفت اور شرافت کا
مٹا دوں گا جہاں سے فرق امیری اور غربت کا

بساؤں گا وہ دنیا راج ہو۔ جس میں محبت کا
جہاں پر بول بالا ہو صداقت کا عدالت کا

میں طالب علم کا ہوں اور کتابوں سے محبت ہے

میں سائنس اور حکمت کے چسراغوں کو جلاؤں گا
میں انسانوں کے اندر بزم الفت کو سجاؤں گا

پڑا ہے بیچ میں نفرت کا جو پردا اٹھاؤں گا
زمین کو عافیت کا ایک گہوارہ بناؤں گا

میں طالب علم کا ہوں اور کتابوں سے محبت ہے

زمین پر ہوں مگر میری کمندیں ہیں ستاروں پر
رسائی ہے خنداؤں میں مرا بس ہے قضاؤں پر

حیات حسن عالم ہے ابھی میرے سیاروں پر
نظام بزم ہستی ہے فقط میرے اشاروں پر
میں طالب علم کا ہوں اور کتابوں سے محبت ہے

کوئی مذہب ہو حق کا راستہ ہم کو دکھاتا ہے
وہ جو حیوانِ ناطق ہیں انہیں انسان بناتا ہے

دل انسان سے بغض اور کینے کو مٹاتا ہے
رہیں گر ایک ہو کر اوج کا مژدہ سناتا ہے

میں طالب علم کا ہوں اور کتابوں سے محبت ہے

ہمیں فرقہ پرستی سے سدا دامن بچانا ہے
کوئی نفرت کی دیواریں اٹھائے تو گرانا ہے

سماجی گلستاں کو اک نئے ڈھب سے سجانا ہے
محبت اور الفت کے ہمیں نغمے سنانا ہے

میں طالب علم کا ہوں اور کتابوں سے محبت ہے

میں بھڑا ہی نہیں ہوں بس ادیب کے لالہ زاروں کا
مجھے معلوم ہے سب حال دریاؤں کی دھاروں کا

حقیقت آشنا ہے اب مرا ذہن رسا شاقب
زمین کا آسمان کا چاند کا سورج کا تاروں کا

میں طالب علم کا ہوں اور کتابوں سے محبت ہے



ترانہ طالبانِ علم

ہم قوم کا ارماں ہیں عظمت کے تمنائی
منزل ہے سیمائی مقصود ہے تبارائی

ہم علم کے طالب ہیں ہم علم کے شیدائی

یہ علم خزینہ ہے یہ علم سقینہ ہے
اس علم کی خاطر ہی مرنا بھی ہے جینا ہے

ہم علم کے طالب ہیں ہم علم کے شیدائی

یہ علم ہی دولت ہے یہ علم ہی نعمت ہے
انسان کی راحت کو سائنس ہے حکمت ہے

ہم علم کے طالب ہیں ہم علم کے شیدائی

اسلام کے رہبر کا فرمان یہہ کہتا ہے
تم علم طلب کرنا اگر چین میں ملتا ہے

ہم علم کے طالب ہیں ہم علم کے شیدائی

ہم تخت پہ نازاں ہیں کالج میں جو پڑھتے ہیں
تقدیر سنو رقی ہے ارمان نکھرتے ہیں

ہم علم کے طالب ہیں ہم علم کے شیدائی

اوروں کے مقابل میں پیچھے نہ رہیں گے ہم
تعلیم کے میدان میں ہر سمت بڑھیں گے ہم

ہم علم کے طالب ہیں ہم علم کے شیدائی

ہر شعبہ ہستی میں ہم رنگ جمائیں گے
ہر راہ عمل کو ہم پر نور بنائیں گے

ہم علم کے طالب ہیں ہم علم کے شیدائی

غافل نہیں رہنا ہے سبقت کا زمانہ ہے
محنت سے ریاضت سے قسمت کو بنانا ہے

ہم علم کے طالب ہیں ہم علم کے شیدائی

ہم علم کی دنیا میں بن جائیں پر وفیسر
آئی اے ایس و آئی پی لیں، انجینئر و ڈاکٹر

ہم علم کے طالب ہیں ہم علم کے شیدائی

تعلیم کے زیور سے اخلاق سنواریں گے
امن اور ابھلائی سے دنیا کو سجائیں گے

ہم علم کے طالب ہیں ہم علم کے شیدائی

ہم اپنی حکومت کے احکام پر تازاں ہیں
اس نے جو کئے ہر جا تعلیم کے ساماں ہیں

ہم علم کے طالب ہیں ہم علم کے شیدائی

ثاقب نے ترقی کی وہ راہ دکھائی ہے
تعلیم نے سینے میں اپنے جو چھپائی ہے

ہم علم کے طالب ہیں ہم علم کے شیدائی



ترانہ معلم

معلم ہوں کر تعلیم اور تربیت سے ہے نسبت
ہے زیورِ علم کا انسان کے حق میں بڑی دولت
مجھے ہے نو تہا لوں کے مقدر سے بہت اُلفت
سنور جائیں مقدر تو میں گے صاحبِ عظمت

معلم ہوں مجھے ہے طالبانِ علم سے اُلفت
بنایا ہے ادب اپنے گلشن کا مجھے بھنورا
مگر سائنس و حکمت نے بنایا ہے مجھے ستارا
میں بھنورا اور تارا بن کے اب واقف ہوں سب کا
زمین کا آسمان کا چاند کا سورج کا تاروں کا

معلم ہوں مجھے ہے طالبانِ علم سے اُلفت
عل سے میں سجاول کا زمیں پر باغِ جنت کا
معلم کا عمل ضامن ہے عظمت اور راحت کا
سنور جائیں اگر اس علم سے اخلاق، نعمت ہے
بنے انسان اشرف ہے یہی منشا بھی قدرت کا

معلم ہوں مجھے ہے طالبانِ علم سے اُلفت

بنایا ہے خدا نے اپنا نائب ابنِ آدمؑ کو
 کیا زیرِ نگیں افسال کے، اس سارے عالم کو
 بنایا پہرہ دار اس نے خوشی کا درد اور غم کو
 بنایا کامرانی کا وسیلہ سخی پیہم کو
 معلم ہوں مجھے ہے طالبانِ علم سے اُلفت
 مجھے فرقہ پرستی اور دہشت کو مٹانا ہے
 مجھے رشکِ جنال اپنے وطن کو پھر بنانا ہے
 جو نیچے کی سطح پر ہیں انہیں اوپر اٹھانا ہے
 یہی پیغام اب ثاقبِ زمانے کو سنانا ہے
 معلم ہوں مجھے ہے طالبانِ علم سے اُلفت





علم کی اہمیت

علم انسانیت کی ضرورت بھی ہے
یہ نشاط و متحرک کی ثروت بھی ہے

علم ہی ترجمانِ مشیت بھی ہے
اسکی تحصیل بے شک عبادت بھی ہے

علم ہی زندگی کا آئینہ ہے وہ
جس میں قوت ، حرارت ، کرامت بھی ہے

رزم اور بزم کی روشنی ، آبرو
گود میں اسکے سائنس و حکمت بھی ہے

یہ شرافت ، شجاعت ، عدالت کی جان
اسکے دامن میں پلتی سیاست بھی ہے

اسکے بیٹے ہیں سب شاعر و فلسفی
بیٹیوں میں تو سائنس و حکمت بھی ہے

علم کا شہر ہیں سرورِ دو جہاںؑ
باب اس شہر کا مولا حضرتؑ بھی ہے

اپنے حامل کو کرتا ہے یہہ سرخروؑ
اس میں توقیر و عظمت شرافت بھی ہے

اسکی تاثیر مُشکل کشائی کُنا فن
اسکی تنویر حسنِ فراست بھی ہے

اس کا خادم ہے نعمان اور ابو علی
اس کی داسی فصاحت بلاغت بھی ہے

دُور، دُور اس سے رہتی ہیں سب تلخیاں
اس میں شیرینی ہے اور حلالت بھی ہے

اس سے آدم کو عظمت ملک پر ملی
اس میں تعمیر بھی ہے کرامت بھی ہے

دولتِ علم جس ملک کو مل گئی
اسکو دنیا کی حاصل قیادت بھی ہے

مُعَرِّف اسکی تاریخِ عالم بھی ہے
اسکی محتاج ہر ایک ملت بھی ہے

خوابِ غفلت سے بیدار کرتا ہے یہ
علم کا ولولہ ایک رحمت بھی ہے

حیدر آباد کو جگمگاتا ہے یہ
ساری دنیا میں اب اسکی شہرت بھی ہے

علمِ صحت و تنظیم اور اتحاد
انہی اربعہ عناصر میں عزت بھی ہے

اپنا پیغامِ ثاقب سناتا ہے یہ
اب زمانہ کو جسکی ضرورت بھی ہے



علم کی فضیلت اور تعلیم نسوان کی اہمیت

زندگی ہے ایک گھاڑی جس کے پہیے مرد و زن
ان میں ہر اک کے لئے لازم ہے علم و فکر و فن

ذمہ داری مرد سے عورت کی کم کیوں جانے
دونوں کے اپنے تقاضے ہیں یقیناً سوچئے

گھر کے باہر گھر کے اندر دو اہم شعبے ہیں یہ
ایک ہی منزل پہ جا کر راستے ملتے ہیں یہ

عقل و دانش فہم و ادراک دونوں پر لازم ہیں یہ
زندگی کے سب مسائل کیلئے ناظم ہیں یہ

روشنی، عقل و دانش کے لئے لازم ہے علم
نعمتوں اور برکتوں کا بس وہی قاسم ہے علم

علم رحمت، علم برکت، علم نعمت، علم آں
زندگی ہے ایک قالب علم ہی ہے اسکی جان

علم راحت کا وسیلہ، علم غلطی کا وقار
روح کی وہ روشنی ہے علم دل کا ہے قرار

علم کی دولت ہی گویا کیفِ آدر ہے سرور
زندگی کی راہ کی تاریکیوں میں ہے وہ نور

علم اک دولت ہے اپنی اور وہ بھی لازوال
علم کے آگے سوالی بنتا ہے حس و جمال

علم سے آسائش انسان کی تخلیق ہے
علم ہی میں دشمنوں پر فتح کی توفیق ہے

علم ہی کی گود میں پلتی ہے سائنس اور حیاء
علم ہی سے قوم کے قدموں کو ملتا ہے ثبات

اُطْلُبُوا الْعِلْمَ کَمَا یَبْغِیْہِ رَبُّکُمْ
گر چہ حاصل ہونے کے گا وہ اسلام نے
دیوارِ پختن سے

علم کی تحصیل عورت
دور ہو جاتا ہے جسم
مرد دونوں پر ہے فرض
سے جمل و نادانی کا مرض

جس طرح
سے مرد پر لازم وہ عورت پر بھی ہے
انفرادیت پر لازم اور جماعت پر بھی ہے

علم ہی سے راحتوں کی پھونپتی ہے روشنی
شاد کام ہوتی ہے اسکے فیض ہی سے زندگی

چاندنی تعلیم نسواں، زندگی کی گلستاں
دیکھ کر اسکو زمیں پر، مسکرائے کہکشاں

ہو اگر آغوشِ مادرِ علم سے آراستہ
ان کی سب اولاد ہوگی عظمتوں کا آئینہ

ذہن نسواں، فکرِ نسواں میں لطافت کا ہے نور
بلے شبہ ہوتا ہے روشن اس سے انسانی شعور

نسائی کی راحت، فکرِ نسوانی میں ہے
فکرِ نسواں، علمِ سامانی میں ہے
نوعِ روشنی

علمِ نسواں کی حیات
علمِ شادیٰ انار
علم ہی سے نعمتوں اور
کتوتوں کی ہے نشات

علمِ نسواں سے ہی روشن ہوتی ہے یزمِ حیات
علمِ نسواں سے نکھر جاتی ہیں سب
صفا

علم نسواں شادمانی، شاد کامی حیات
علم نسواں کھولتا ہے عقدہ ہائے کائنات

علم نسواں سے ترقی پاتی ہے سائنس بھی
علم نسواں سے ہی ہوتی ہے منور زندگی

علم کا میدان دونوں کیلئے ہے ایک سال
علم کا میدان دونوں کیلئے ہے گلستاں

علم ہی سے یہ زمیں ہوتی ہے رشک آسماں
علم کی تسخیر میں ہیں چاند تارے کہکشاں

علم کی تحصیل دونوں کیلئے ہے لازمی
علم ہے دونوں کا زلیور ایک جیسا واقعی

مرد و عورت کی حقیقت جانتے تو ہے ہی
اک حرارت زندگی کی ادراک ہے روشنی

زندگی کے سارے شعبوں پر ہے دونوں کا اثر
ان کی کوشش ہی سے تھل زندگی ہے باثر

ہو سیاست یا معیشت، یا حفاظت قوم کی
خدمت نسوان کی ممنون ہے یہہ زندگی

عظمت نسوان کے تاریخ میں روشن ہیں نام
علم و دانش نے نمایاں کر دیا ان کا مقام

آسیرینیؑ، زلیخاؑ، اور بلقیسؑ، ہاجرہؑ
وہ خدیجہؑ، عائشہؑ، خاتون جنت فاطمہؑ

دیکھئے تاریخ میں بنی بنی حنیفہؑ کا بھی نام
چاند بنی کو بھی دیکھو، رانی، بھانسی کا کام

اندرا، بندرا، سروجنی، بے نظیر و خالدہ
الزبتہؑ، تھیاچرا، تھریسا، کوہے عظمت بے شبہ

سیدہ، اشرف رافع، ہر النساء، کو سمجھئے
ہاں یہ احمدی، کمود بین اور دیتیہ دیکھئے

فسرے تیری بنی یہ نظم اک روشن چراغ
شاد ہل شائق کہ اس سے ہو گیا دل باغ باغ

ہماری اردو اور اس کا موقف



عجب رشکِ حسنِ گلستاں ہے اردو
 اثاثائے ہندو مسلمان ہے اردو
 سبھی نے اسے خونِ دل سے ہے سینچا
 یہ سب کی ہے اور اس پہ نازاں ہے اردو
 دلوں کو ملانے کی زنجیر ہے یہ
 کہ تعمیرِ قومی کا ساماں ہے اردو
 نقیبِ رہِ زندگی اسکو کہئے
 ہر اک ہندو اسی کا آماں ہے اردو
 یہ امن اور انصاف کی روشنی ہے
 بیاضِ محبت کا عنوان ہے اردو
 معافی کے موتی برستے ہیں اس سے
 دلِ شاعری میں بھی خفاں ہے اردو
 سرور و مسرت ہے وابستہ اس سے
 درونِ دل و جاں غزلِ لہواں ہے اردو

گل دبوٹے کچھ اس کے نوٹے گئے ہیں
مگر پھر بھی رشک بہاراں ہے اُردو

یہی کامرانی کا ہے اک وسیلہ
ہر اک بزم شمعِ قُرذال ہے اُردو

وہ فلموں کی دنیا ہو یا بزم اور بزم
ہر اک جا نمایاں نمایاں ہے اُردو

وہ بنتی ہے خود ترجمانی کا سامان
مخالف پہ اپنے مہرباں ہے اُردو

حکومت کی پرسد دہری ہے اس سے
یہی بات ہے جو پریشاں ہے اُردو

مدارس سے اکثر نکالی گئی ہے
شب و روز یوں خود پہ گریاں ہے اُردو

اکاڈمی بھی اسکی نہیں فیض پرور
اسی واسطے وقفِ حراماں ہے اُردو

نہیں ہے جواب روٹی روزی سے رشتہ
اسی حال میں تو پریشاں ہے اُردو

حکومت یہ موجود ہے گو کہ ہمدرد
مگر حیف محسوس ارماں ہے اُردو

امیدوں میں اب اسکی ہے چیف منسٹر
کہ اب طالب حسن ساہاں ہے اردو

یہاں جامعوں اسکی ہے بننے والی
امیدوار بزمِ حشراتاں ہے اردو

کسی حال میں بھی چسکتی رہے گی
یہ اک شمعِ عزمِ تجلیاں ہے اردو

کئے دور اسکو تو بگڑی ہے تہذیب
ہماری خرابی کا درماں ہے اردو

اسے تو نے اعزاز سے اب نوازا
یہ گجرال جو تیرا پرکاشاں ہے اردو

یہ تخلیقِ شعری پہ اترا رہا ہے
تو ثاقب کے دل میں فزواں ہے اردو



۳۶ اُردو مثنوی

نظم کا اک چمن ہے ہر ا مثنوی
جس میں دل کی خوشی ہے بیا مثنوی

یہ تخیل تصور کی پہنائی ہے
شاعری کی حسین ترا دا مثنوی

دونوں مصرعے مُقَفّی ہوں اور با وزن
اپنے مفہوم کی اک ردا مثنوی

التزام ردیف ایک ہوتا نہیں
ہو جدا جس کا ہر قافیہ مثنوی

سات بحرِ دل میں ہے اسکی جلوہ گری
شاعری کا سہل مشغلہ مثنوی

اپنی تفسیر طبع کی منزل تلک
کم سے کم ، کم سے کم ، فاصلہ مثنوی

اصفیاء ، اقیاء ، اولیاء کی نقیب
نعت سرکار و حمد خدا مثنوی

اپنے اوصاف کا اپنے کردار کا
حسن اور عشق کا آئینہ منسوی

جس اٹھتا ہے فریاد کا اک دھواں
منزلِ عشق کا غلغلہ منسوی

اس کا ہر لفظ ہے شمعِ فکر و خیال
حسن کی بزم کا راستہ منسوی

جس سے نکھتی ہے بھر اور فرقت کی آگ
دل کی فریاد کا آسرا منسوی

سارے اوصافِ شعری کو رشک آتا ہے
بات کہتی ہم یوں بڑا منسوی

ساحلِ آرزو اسکے دامن میں ہے
کشتیِ شعر کی ناخدا منسوی

اس میں ہے اک سردرُ نگاہِ خرد
کیوں نہ ہونا زکسِ میکدہ منسوی

صدیوں اپنا یہ ٹوٹکا بجاتی رہی
در شمال و دکن جا بجا مثنوی

انبساط و تسخیر ہے جس کا متن
شعر کا نغمہ دلربا مثنوی

جس سے احساس قلبی کو ملتا ہے کیف
گویا ہے ایک ناقہ کھلا مثنوی

فارسی جس سے آراتی ہے آج تک
بن کے رومی کا اک فلسفہ مثنوی

اردو والوں نے بھی اس کا دامن بھرا
بن کے پھرتی ہے شعلہ نوا مثنوی

اس قلب و جگر کے لئے کیف ہے
باغ جنت کی گویا ہوا مثنوی

تجھ پہ ثاقب ہر باں یوں ہو گئی
تیری فکروں کا ہر دعا مثنوی

اُردو ناول اور اس کا موقف

اسے کہئے تنویر افسانہ ناول
ہے کردار انسان کا آئینہ ناول

تمدن کی پیچیدہ راہوں کا رہنبر
سماجی تقاضوں کا پیمانہ ناول

جہاں فکر و فن کا نکھرتا ہے چہرہ
سرور، تحیل کا میخانہ ناول

نگہدار پیمانہ عشق و الفت
ہے اظہار احوال دیوانہ ناول

منظر کا پس منظر، حسنِ بیاں بھی
ہے تاثیر احساسِ فرزانہ ناول

جہلت و فطرت کے گلشن کا گلچیں
ہے تعمیر احساسِ مردانہ ناول

ہے گلہ سترِ رنج و غم اور مسرت
ہے اظہارِ جذباتِ مستانہ ناول

عجب سیر و تفریح کا ہے یہ سماں
بجا ہے کہیں گر پری خانہ ناول

مُنزّہٗ مرصع ہوئی داستانِ جب
ایک شکلِ جداگانہ ناول

نذیر احمد، سرشار، شرار اور رسوا
بنی ان سے وہ حسنِ جانا نہ ناول

کرشن چندر، و قرۃ العین و عصمت
پریم چند و راشد کا شانہ ناول

فرا دیکھیں گوداں و چوگانِ ہستی
کہ ہے حسنِ تخلیقِ فرزانہ ناول

لے داستان اور ڈرامے کے سماں
بنی زندگانی کا خمِ خانہ ناول

تہذیب و تہذیب کی ترجمان ہے
 ہے اک داروئے زخمِ عریانہ ناول
 رہاں دانی و ہوشمندی ہے لائرم
 نہیں بازی فکرِ طفلانہ ناول
 ہے اس میں دلِ نوجوانی کا ارمان
 ہے سامانِ تفسیرِ پیرانہ ناول
 لبادہ کبھی رنج و ناکامیوں کا
 نقیبِ تب و تابِ دردانہ ناول
 سخاوت، شجاعت کا آئینہ ناول
 زندے دلِ بقیہِ مرارانہ ناول
 یہ جذبات و احساس کی تربیت ہے
 ہے آئینِ فکرِ شریفانہ ناول
 تقابل بھی ہے اور تصادم بھی اس میں
 جلاءِ شعورِ حریفانہ ناول
 یہ سمپوزیم اپنا ہے شمعِ روشن
 کہ پالے گی اک حسنِ فرزانہ ناول
 سلیمان و اکبر و نور و رحمت
 کے واقفِ فوقِ زندانہ ناول

فن عروض کی اہمیت

روح کی اک زبان ہے فن عروض
شاعری کا مکان ہے فن عروض

معترف ہے شعور و فکر و خرد
شعر ہے جسم جان ہے فن عروض

ترجمان شعور مافی الضمیر
اس کا حصہ بیان ہے فن عروض

فکر شعری کا راہبر ہے یہی
اسکی گویا عثمان ہے فن عروض

بے لگامی جسے نہیں منظور
نہگدارِ لسان ہے فن عروض

سب گلوں کا حسین گلدستہ
نہکت گلستان ہے فن عروض

راہ منزل کی روشنی کیلئے
ناظم کاروان ہے فن عروض

جس سے بجز زمیں ہو زرخیز
ایسا مخلص کسان ہے فن عروض

جو نگہیاں ہو اپنی کشتی کا
ایسا اک یادبان ہے فن عروض

جو گزر جائے اس سے ہو روشن
ایسی روشن کمان ہے فن عروض

جس سے ہر راہ دشت پر ہو نظر
ایک ایسی مچان ہے فن عروض

شاعری بے عروض ہے سنگلاخ
انجمن آسان ہے فن عروض

روشنی اس سے ذہن پاتا ہے
نازش کہکشان ہے فن عروض

اسکے ارکان سب ہیں تابندہ
پُر ضیاء و دمان ہے فن عروض

صوت و آہنگ اور ستاروں کا
محسن بے گمان ہے فن عروض

جسکے دامن میں ہے نشاط و سرور
ایسا اک خانمان ہے فن عروض

اپنی اردو غزل کے پیکر میں
کھپے روح روان ہے فن عروض

جسکی تہ میں ہے گوہر نایاب -
وہ ہم بیکران ہے فن عروض

جو بھٹکنے کبھی نہیں دیتا
ایسا اک نگہبان ہے فن عروض

جس سے بینائی دور رس ہوگی
سُرمہ ہوشان ہے فن عروض

کیوں شمار ان کو کیجئے شاعر
جن پہ بارگراں ہے فن عروض

ہندی بھاشا بھی کرتی ہے اعلان
کہ کویتا کی جان ہے فن عروض

جتنے آئے ہیں شاعر و نقاد
ان کا اب میزبان ہے فن عروض

ہے یہہ مشکورِ رحمت و انور
آج جو ضوفاں ہے فن عروض

لب پہ مغنی کے اب تبسم ہے
ان کا بھی قدر داں ہے فن عروض

دیکھو ثاقب کا ہمزبان ہوا
نطق شیریں بیان ہے فن عروض





یادِ تاسیسِ آندھرا پردیش

ہے نظر میں بہار کی رنگت
دل میں خوشیوں کی بجتی ہے نوبت
جس کا حصہ ہے رفعت و عظمت
یوں دکھائی ہے آندھرا کی صورت
یادِ تاسیسِ آندھرا پردیش

ہے تصور میں اب حسین فضا
رہِ روِ زندگی کی راہِ نسما !
اس نو میر کی پہلی کا ہو بھلا
اس سے خوشیوں کا دل میں دیپ جلا

یادِ تاسیسِ آندھرا پردیش
کیوں نہ آرائے اب دکن کی زمیں
ریشک گنگ و جمن ہیں اسکے کس
ہاں دکھائی ہے ہمکو بن کے نیگیں
ایک جہتی کا آج روئے حسین
یادِ تاسیسِ آندھرا پردیش

ٹمٹماتا چراغ شمع بنا
 اک گلستان پر بہار سجا
 ہے کروڑوں کا ناز اس پر بجا
 یہ دلاتی ہے یادِ فضلِ خدا
 یاد تاسیسِ آندھرا پردیش

دیکھئے آندھرا کی ایک جھلک
 ناز اس پر کرے نہ کیوں وہ فلک
 رشکِ انجمِ بنی ہے اس کی چمک
 دے گئی آگے اس کو رنگِ دھنک
 یاد تاسیسِ آندھرا پردیش

اک ضرورت ہے باہمی اُلفت
 دور ہو جا ے کشمکشِ نفرت
 ہو سیاسی قبا میں یک رنگت
 ہم کو دیتی ہے نعرۂ وحدت
 یاد تاسیسِ آندھرا پردیش

ہے سیاست کا چندرا اک تارا
 چیف منسٹر کا دور ہے نیارا
 ان کا طرزِ حکومت ہے پیارا
 جگمگائے گا آندھرا سارا

ہند میں آندھرا ہے رشکِ سحر
 تاز کرتے ہیں اس پہ شمس و قمر
 اس پہ قسرباں حسنِ لعل و گہر
 اس کی دولت ہے علمِ دفن و ہنر
 جشنِ تاسیسِ آندھرا پردیش

آج روشن ہے اس کا ہر اک گھر
 آندھرا آج ہے خوشی کا نگر
 تاز کرتی ہے شاعری کی نظر
 شاد و سرور ہے ہر ایک بشر
 جشنِ تاسیسِ آندھرا پردیش

جشنِ شمع ہے دل بہ پرواز
 آج خوشیوں کا ہے یہ پیمانہ
 آج رنگیں ہے دل کا کاشانہ
 جھکو ثاقب کا ہے یہ تدارک
 جشنِ تاسیسِ آندھرا پردیش





ہم مل کر عید منائیں گے

ۛ

یہ عید ہے ہر اک کا ارماں
 یہ عید ہے ہر غم کا درماں
 ہے عید محبت کا عنوان
 ہے عید مستر کا سماں
 ہم مل کر عید منائیں گے
 یہ عید مسرت لاتی ہے
 یہ عید ہر اک کو بھاتی ہے
 ایثار کی راہ دکھاتی ہے
 تارِ سخن کی شمع جھلاتی ہے
 ہم مل کر عید منائیں گے
 جب عید کا موقع آتا ہے
 خوشیوں سے دل بھر جاتا ہے
 ارمان ہر اک مسکاتا ہے
 سینے سے سینہ ملاتا ہے
 ہم مل کر عید منائیں گے

صدیوں کی پرانی روایت ہے
 آپس میں میل و محبت ہے
 وہ جس کو اس سے عداوت ہے
 اس ملک سے گویا بغاوت ہے
 ہم مل کر عید منائیں گے
 فطرت نے دیا درس عظیم
 رہنا ہے ہمیں مل کر باہم
 کیوں فرق کریں مذہب کا ہم
 ہم سب ہیں اولادِ آدمؑ ؟
 ہم مل کر عید منائیں گے
 ہندو مسلم سکھ عیسائی
 ان میں ہو حقیقی یکجہائی
 کرتی ہے تقاضا دانائی
 رمضان ہو یا کر دیوالی
 ہم مل کر عید منائیں گے
 پولیس عوام اور آفیسر
 اتنا ہیں سب اندیاہر
 افسانہ ہے انسانی جوہر
 نفرت کچھ نہیں ہم زیر اثر

ہم مل کر عید منائیں گے
 دل سیکے ہیں خوشیوں سے بھرے
 سب ملتے ہیں آپس میں گلے
 مگر بزم ہماری یوں نہیں سچے
 ہو جائیں گے دور آپس کے نکلے
 ہم مل کر عید منائیں گے





یادِ فلسطین

وہ اسلام کا گستا ہے فلسطین
 کروڑوں دلوں کا مکا ہے فلسطین

وہ توحید کی روشنی کا وہ مرکز
 وہ ایمان کا پاسباں ہے فلسطین

وہ صدیوں رہا قبلاً اہل ایمان
 وہ عظمت میں اک آسمان ہے فلسطین

وہ معراج میں بیتِ مقدس جو آ رہا
 تمام انبیا کا نشان ہے فلسطین

امین الحسن کا وہ بلجا و ماویٰ
 وہ توحید کا نغمہ خواں ہے فلسطین

وہاں عکریٰ کا ہے رقصِ خونین
 وہ خطِ لہر کی اک فغاں ہے فلسطین

سکون و مسرت کا مرکز کبھی تھا
مگر غم کی اب داستان ہے فلسطین

تھا تہذیب انسانیت کا علمدار
مگر ظلم کا اب نشان ہے فلسطین

ہزاروں اجاڑے گئے اُسکے بیٹے
وہ دیکھو تو اشکِ رواں ہے فلسطین

شہادت کے اسکو پلائے ہیں کاسے
تو مغموم و ماتم گناں ہے فلسطین

شعور اور ادراک پر کوہِ غمناک
دل و جاں کا درد تہاں ہے فلسطین

کبھی فخر سے اس کا سینہ تھا گلشن
وہ نوحہ گرِ ستارِ کماں ہے فلسطین

ہر آن کے دل میں ہے درد اس کا
عزیز جہاں بے گماں ہے فلسطین

ترپتا ہے دل اسکی حالت کو دیکھ
کہ تشویش ہندوستان ہے فلسطین

عوام اور حکومت کی ستائید لے کر

مرے ہند کا قلب و جاں ہے فلسطین

و قار وطن کی یہ کوشش ہے مشکور

یہ تجھ پر بہت ہر جاں ہے فلسطین

یقیناً تو اک روز آزاد ہو گا !

کر تنظیم کا حرج جاں ہے فلسطین

اگر زندگی کام آئے ہماری

ترے واسطے نذر جاں ہے فلسطین

تباہی کے درپے ہیں صد حیف غاصب

تو ایمان کا سائباں ہے فلسطین

یہودی کی تخریب کاری کے باعث

وہ پھر آج غم کا دھواں ہے فلسطین

حفاظت کے قابل بنا ہم کو یارب

مسلمان کا امتحاں ہے فلسطین

بہت بے قرار آج ہے فکرِ شاق

کرب غم کی اک داستاں ہے فلسطین





جہیز اور ہم

ماں باپ جو بھی دیں وہی سنت جہیز ہے
اپنی طرف سے مانگنا لعنت جہیز ہے

عورت کا حسن اور شرافت جہیز ہے
سچ پوچھے تو جو ہر عصمت جہیز ہے

اپنی کمائی سے کرو پوری ہر آرزو
مروں کے حق میں پستی ہمت جہیز ہے

سامان زندگی ہے خالی وہ کون گھر
جائز کہاں سے غیر ضرورت جہیز ہے

لڑکی کے بزرگوں کی عنایت جہیز تھی
پر آج مانگنے کی یہ عادت جہیز ہے

بیٹھی ہے بن بیابانی کئی سال سے وہ بندت
اب قاتل انگ و متہر جہیز ہے

کیوں اسکو چھوڑتے نہیں باعزم نوجواں
حرص و ہوائے خواہش شہرت جہیز ہے

محدود در حدود قناعت جہیز ہے
اس سے سوا طلب ہی قناعت جہیز ہے

کتنی ہی نوجوانیاں گھٹ گھٹ کے رہ گئیں
ملت کے حق میں موجب ذلت جہیز ہے

ہیجان اک پیلا ہے ہر اک سمت اس سے جیف
بربادی فروغِ معیشت جہیز ہے

آسان کردوشادیاں ملت کے واسطے
چھوڑو جو یہ خلاف روایت جہیز ہے

قول حضورؐ اِیْحٰی اَیْبٰہِیْ بِکُمْ سُنُوْ
امت میں اب یہ مانع کثرت جہیز ہے

اس نوجواں کے جذبہٴ ایثار کے تثار
کہتا ہے جو کہ قابلِ نفرت جہیز ہے

اوروں کے حال زار کا خود پر کرو قیاس
نادار یوں کے دل کی جراحت جہیز ہے

دلہا اگر حلیں ہے دلہن پہ بوجھ ہے
بتا جو اسکی روزِ ندامت جہیز ہے

اسلاف کی حیات کا کردار دیکھئے
اسکی روایتوں سے بغاوت جہیز ہے

اسوہ وہ بزرگوں کا ہوا ہم سے ترک کیوں
اب بہرِ اکتسابی دولت جہیز ہے

شاوی سے پہلے مانگنا شادی کے بعد بھی
ساری خرابیوں کی یہ علت جہیز ہے

جلتی ہے اور مرقی ہے اک پھول سے دلہن
ہم میں بھی آج ایسی شقاوت جہیز ہے

اس آگ سے وہ کیسے بچیں گے کہو وہاں
بن جائے گا جو روزِ قیامت جہیز ہے

بیجا طلب سے اسکی خدا کیلئے بچو
ورنہ ہمارے حق میں مصیبت جہینہ ہے

اللہ اور رسولؐ کو پیارا وہی لگے
جو دل میں نوجواں کے نفرت جہینہ ہے

ثاقب تیرے خلوص نے حق کر دیا ادا
یہ فکر ترجمانِ حقیقت جہینہ ہے



خانہ دانی فلاح و بہبود کے ترجمان اشعار

دنیا میں خاندان وہی معتبر رہے
اپنی فلاح کے لئے جو مختصر رہے

منصوبہ بندی اسکے لئے لازمی ہے اب
تاکہ حیات میں نہ کوئی درد و کسر رہے

نوخیز نسل کی ہے ترقی اسی کے ساتھ
دنیا کے ہر فرد سے وہ باخبر رہے

آراستہ ہوں زیورِ علم اور فن سے ہم
گر چاہتے ہوں زلیست یہہ رشکِ قمر رہے

اولاد اور ماؤں کی بہبود اسی میں ہے
علم و ہنر کی روشنی زاد سفر رہے

پروان چڑھ ہی جائے گی اولاد بالیقین
ہر مرحلہ میں ماں ہی اگر راہبر رہے

لڑکوں سے آج لڑکیاں کم تر نہیں رہیں
دوپہیے ایک گاڑی کے پیش نظر رہے

عورت کی ذمہ داریاں مردوں سے بڑھ کے ہیں
یہ امر واقعہ ہے یہہ مد نظر رہے

عورت و مرد دونوں کے اپنے تقاضے ہیں
دونوں کے رابطے میں نہ مدوجسز رہے

صحت ہے عورتوں کی مقدم بہر قدم
مطلوب ہو اگر کہ توانا پس رہے

اب بن گیا جہینز جو اموات کا سبب
انجام اس کا ہو گا یہی فی السقر رہے

ہسودی ہے عوام و حکومت میں مشترک
دونوں کا ہے مفاد کہ وہ ہم سفر رہے

مذہب کا بھی تقاضا ہے انسانوں سے ہی
ہو جائیں ایک جیسے کہ شیر و شکر رہے

ہوں قومی ایک جہتی کے اوصاف کے نقیب
قومی یگانگت کا اثر سب سے رہے

سیکولرزم قومی ضرورت ہے ہند کی
جمہوریت کا حسن ہی پیش نظر رہے

اشعار میں نے لکھے ہیں صدق دلی کے ساتھ
شاقب امید ہے کہ اثر پُر اثر رہے





شادی ایک اپنوں کی

رات دیکھی ہے میں نے اک شادی
اپنے اقدار کی تھی بربادی

نوجوان محو رقص دیوانہ
سارا ماحول جیسے زندانہ

کیا خوشی کا یہی ہے پیمانہ
حدِ اسراف سے گزر جانا

ہم یہ اطور کیسے دکھلائیں
غیر بھی دیکھ لیں تو شرمائیں

راستوں پر محیط ایسے تھے
جیسے بے ربط جانور پہ چلتے

بیانڈ بارج تھا سامعہ کا خراش
جس سے احساس ہو رہا تھا نراش

بیسوں روشنی کے تھے گو لے
گویا سڈکوں پہ ہکشاں بکھرے

کیا یہہ مصرف بجا ہے دولت کا
طوق پہنائے گا یہہ دولت کا

کیا پینے کے ہیں یہہی اطوار
کیا بزرگوں کے تھے یہہی کردار

گھوڑا جوڑا جہیز ہے لعنت
توڑتی ہے دلیہ کی دعوت

لذتوں کے کئی کئی سماں
اور ہزاروں میں ہوتے ہیں ہمال

یوں نمود نہائش دولت
دوسری سمت پستی و ذلت

آنکھ ہوتی ہے دیکھ کے پُر غم
یوں خرافات میں پڑے ہیں مہم

وہ دلیہ کا ہار ارے تو یہ
اسکے حق میں ہزاروں کا صرفہ

یوں تباہی کے گھل گئے عنوان
ہے وہ مقصد میں کامراں شیطان

اب تو اس سطح پر بھی ہیں اترے
مرغ لانے میں دیر تو جھگڑے

اللہ اللہ ہمارے یہہ اطور
غیر بھی ہوں گے دیکھ کے میسزاد

تو جوانو اٹھو کمر کس لو
ایسی بے جا روش بدل ڈالو

اب بزرگوں کی راہ اپناؤ
اپنے مالک کی اب رضا ڈھونڈھو

شمع سنت کی اب کرو روشن
راہ اسراف پر لگے قد غن

اپنی آسان شادیاں کر دو
سرورِ دین کو شادماں کر دو

لڑکی والوں سے لینے میں جلدی
کیوں نہیں ہمارے دینے میں جلدی

لڑکے والوں کے گھر میں ہے شادی
لڑکی والوں کے گھر ہے بربادی

بن بیای ہیں لڑکیاں کتنی
اک علامت ہے یہ تباہی کی

حسن ہے علم ہے نہیں پر زور
کوئی ملتا نہیں انہیں شوہر

بابہ، رشتہ میں اپنے دولت کی
کیا یہ ذلت نہیں ہے ملت کی

وہ جو محنت سے ملتی ہے دولت
شامل کسب ہوتی ہے رجسٹر

ہوگا دولت کا روزِ حشر حساب
بن پڑے گا وہاں نہ کوئی جواب

وہ جو لا تُسْرِفُوا حکمِ ملا
پوچھے گا رب کہ کیوں غل نہ کیا

ایک بیماری ہے وہ حرص و ہوس
اسکے انجام میں عذاب ہے بس

مرفیٰ رب میں شادی ہو آساں
اسکی خوشنودی کا ہے یہ نہ سامان

رقص دیا جے کی کیا ضرورت ہے
اس پہ پابندیِ شریعت نہ ہے

بیانِ آتش و پھلجھڑی توبہ
ہے شریعت سے دل لگی توبہ

آپ تو یوں نکال لیں حسرت
سب مکینوں کی نیند ہو غارت

رہتا ہے فحش تک یہ شہ جاری
بعد ازاں نیت ہوتی ہے طاری

ہوتے ہیں تارک نماز کبھی
حکم خالق سے بے نیاز کبھی

کیا ہے اپنی یہی مسلمان
کیا انہوگی وہاں پشیمانی

اب تو بہر خدا سبھل جہاؤ
پھوڑ دیہ کھیل اور یدل جہاؤ

دیں سے وابستہ اپنے ہو کے رہو
غیروں کی نظر میں نمونہ بنو

ڈھیل سے رب کی یلوں نہ ہو غفلت
ورنہ ہم ہوں گے اور ہر ذلت

حق ادا تو نے کر دیا خاق
ہو اثر ہے مری دُعا خاق



جورا جہیز چھوڑو

رکتی ہی ان بیاہی ہیں لڑکیاں گھروں میں
 کڑھ کڑھ کے مری ہیں سو بار وہ دلوں میں
 قسمت کو رو رہی ہیں مجبوریوں میں ڈوبی
 سودا جہیز کا ہے جو نوجواں سروں میں

اے نوجواں ہمارے جورا جہیز چھوڑو

حرص و ہوس ہی اپنی اس رسم کو ہادی
 عقل و خرد نے لیکن لت کو یوں ندادی
 ہے وقت کا تقاضا ہے وقت کی منادی
 آسان کر دو اپنے اپنا دے دیں کی شادی

اے نوجواں ہمارے جورا جہیز چھوڑو

کب بزرگوں نے اسکو اپنے گلے لگایا
 حرص و ہوس سے غاری اخلاق کو سنوارا
 پیش نظر تھا ان کے خوش خلقی اور اسوا
 کیا مانگتے تھے وہ یوں گھوڑا جہیز چھوڑا

اے نوجوان ہمارے جوڑا ہمیں چھوڑو

کران روایتوں سے اے نوجوان بغاوت
جوڑا ہمیں ہے یہ ملت کے حق میں لعنت
بن جائے اپنا اُسوا سرکار کی وہ سنت
دیکھو یہی ہمارے رب کی بھی ہے مشیت

اے نوجوان ہمارے جوڑا ہمیں چھوڑو



۷۰ ○ شاعر اور ٹاڈا

میں شاعر ہوں غم خوار انسان ٹاڈا
کراتا ہوں یوں تیری پہچان ٹاڈا

ہیں بوڑھے و بچے بھی تیری پکڑ میں
بہت نوجواں ہیں پریشان ٹاڈا

کئی چھوٹے ہیں مگر یہ نہ چھوٹے
مسلمان یہ یوں ہمدان ٹاڈا

تصور تراکب یہ ایم سے کم ہے
خطا سب کے ہیں آج اوسان ٹاڈا

تو پیدا ہوا جس غرض کے لئے ہے
ادھر ہی رہے بس ترا دھیان ٹاڈا

بغافوت، علاوہ، کچلنا یہ لازم
مگر اس حقیقت کو پہچان لازم

نمازوں کا پڑھنا بغاوت نہیں ہے
کیا ان کو تو نے پریشان ٹاڈا

میں کہتا ہوں دہشت کا بازار کر سرد
عدالت کی بن ایک مسیخیزان ٹاڈا

جہاں بھی عدالت نے ان کو ٹنٹولا
تو ہوتا رہا وال بد شیطان ٹاڈا

بیچاری حکومت بھی ابکھن میں ہے اب
ہوا شرمساری کا عنوان ٹاڈا

نہ معلوم کب تیرا پنجہ پڑے گا
ہیں لرزاں سبھی تجھ سے ارمان ٹاڈا

ٹھکانوں میں پولس کے تو چین سے رہ
یہی ہے مصائب کا درمان ٹاڈا

بہاروں کا مسکن جو بن کر رہا یہ
نہ ہو یہ گستاخان بیابان ٹاڈا

نہ اتنا مسل دے سکی اور گُلی کو
کہ رونے لگے خود گلستانِ ٹاڈا

ہے طالبِ اسی بات کی تجھ سے دانش
نہ کر واغدار اپنا دامنِ ٹاڈا

یہ بہت تر ہے معدوم ہو جائے خود تو
ذرا دیکھ اپنا گریبانِ ٹاڈا

تقاضا یہی تجھ سے کرتا ہے ثاقب
نہ بن تو تباہی کا سامانِ ٹاڈا



مقامِ اقبال (شاعرِ مشرق)

شاعرِ بے مثال ہے اقبال
عاقِلِ باکمال ہے اقبال

صاحبِ پُر جمال ہے اقبال
زیرِ کِ ذوالجلال ہے اقبال

کشورِ شاعری کی وادی میں
دولتِ لازوال ہے اقبال

فکر و فن اور مقصدیت میں
ماورائے خیال ہے اقبال

نوجوانوں کی نظر کے آگے
باکمالِ نہال ہے اقبال

رورِ دین کی عظمتوں کا نقیب
نازِ عشقِ بلاغ ہے اقبال

ان پر قرباں ہوئی ہے رعنائی
رُشکِ حسنِ ہلال ہے اقبال

گر کوئی مجھ سے پوچھے کہہ دوں گا
میرا اپنا سوال ہے اقبال

فِکرِ ملت کی خالی بھولی میں
فیضِ جود و نوال ہے اقبال

اپنے ماضی کی شان کا درپن
گویا آبِ زلال ہے اقبال

چمیرنے کیلئے دلِ تیسرہ
نشرِ قیل و قال ہے اقبال

جس پر گھلتے ہیں راز کون و مکان
گویا بطنِ رحال ہے اقبال

ان کی ہر بات اترتی ہے دل میں
نامِ صبحِ خوشِ مقال ہے اقبال

ان کی مرہون ہے جسدِ غزل
محسن بانوال ہے اقبال
اسکو دیتا ہے حسن اور ثبات
فلسفہ کا عقلا ہے اقبال

بہر عرفان ذاتِ احدیت
رہنمائے وصال ہے اقبال
قدرِ دل ہے زبانِ روحیؔ کا
رازِ دلِ رحبال ہے اقبال

شارحِ عظمتِ ولایت
صاحبِ خوش کمال ہے اقبال
اپنی نلت کے حق میں بے شبہ
راہِ خوش خصال ہے اقبال

غور سے دیکھئے کلامِ ان کا
اک علاجِ زوال ہے اقبال
فکر و دانش و آگہی کیلئے
روشنی کا کمال ہے اقبال

فکرِ ثاقب میں ہے جلا اس سے
ہاں متاعِ خیال ہے اقبال



تعارف جمعیت العلماء ہند تاریخ کے آئینے میں

علماء کی اک جماعت جمعیت العلماء
اک مرکز ہدایت جمعیت العلماء

نظم بقائے ملت جمعیت العلماء
ہے اک روئے رحمت جمعیت العلماء

آزادی وطن کی جدوجہد کی راہبر
سب سے بڑی حقیقت جمعیت العلماء

مقصود اور منزل جس کی ہے جادۂ حق
وہ راہبر سیاست جمعیت العلماء

مظلوم اقلیت کے حق میں ہے اس زمیں پر
اک طاقت و حرارت جمعیت العلماء

اس ہند کی زمیں پر احسان جس نے رکھا
آئینہ دار عظمت جمعیت العلماء

پروردہ جناب مدنی حسین احمد
حق کی عظیم طاقت جمعیت العلماء

حالات کا تقاضا یہ ہم سے کہہ رہا ہے
ہے آج کی ضرورت جمعیت العلماء

ہوتا ہے دور جس ماحول کا اندھیرا
اک مشعلِ قیادت جمعیت العلماء

جس نصیب ہوگی ملت کو تابناکی
وہ محور فراست جمعیت العلماء

یہ بھی ہے اک حقیقت تارخ جسکی شاہد
ہے اک سبیلِ عزت جمعیت العلماء

طبقات مختلف کو اک دعوتِ عمل ہے
اک منزلِ رفاقت جمعیت العلماء

اس میں نہیں کوئی شک یہ بھی ہے اک حقیقت
تارخ سازِ خدمت جمعیت العلماء

ہے آب و تاب اسکی اب تک بھی رشکِ دوراں
اک شاہکار قدرت جمعیت العلماء

تعلیم کے وظیفے دیتی ہے مسلمانوں کو
کرتی ہے یوں اعانت جمعیت العلماء

ساری کمیوں کا سینہ چیرا ہے جس نے بیشک
منزل کا وہ دیا ہے جمعیت العلماء

”آزادی وطن کی تحریک کی حرارت
ملت کی رہنما ہے جمعیت العلماء

مفتی کفایت اللہ، خفّارِ حق و محمود
ان سب کی اک ردا ہے جمعیت العلماء

محمود حسین، باری، عبّ العزیز، محدث
ان سب کا رابطہ ہے جمعیت العلماء

احمد شہید، امداد، محفرت عبید سندھی
احمد سعید، عطا ہے جمیع العلماء

جسوت، ہند پر تاب آزادی کے مجاہد
دونوں کا دلولہ ہے جمعیت العلماء

تھے انجم قیادت، حضرت حسین احمد
انھیں کا راستہ ہے جمعیت العلماء

اسعد بھی اور امجد، محمود اب میں رہبر
ان سے چمن سجا ہے جمعیت العلماء

اک شمع علم قرآن ہے ساتھ ساتھ اسکے
ارشاد سے پر ضیا ہے جمعیت العلماء

ہیں قہر رواں اسکے اہل دکن بھی کب سے
ان کی جو رہنما ہے جمعیت العلماء

اربابِ جمعیت پر اکوہ ستم میں ٹوٹے
ایسوں کا قافلہ ہے جمعیت العلماء

انگریز اپنے دشمن انہیں کو تھے سمجھتے
ہے باقیاتِ شہدا جمعیت العلماء

مہاراجہ کا دلوں کے دامن بچا بچا کر
منزل تک رسا ہے جمعیت العلماء

آزادی وطن کی شمع جلی ہے جس سے
وہ رہبر و قسا ہے جمعیت العلماء

اب تک بھی چل رہا ہے اس کا چراغ فقیان
تعلیق یوں بچا ہے جمعیت العلماء

آزادی کے پچاسویں سن میں بھی ہے یہ نکھری
خوشیوں کی اہمنوا ہے جمعیت العلماء

ساری جماعتوں میں تو منفرد رہی ہے
یوں اہمیت روا ہے جمعیت العلماء

اب تو خزاں رسیدہ ساری جماعتیں ہیں
تیرا بچمن ہر اے جمعیۃ العلماء

وہ کشور سیاہ ہے قدردان اب تک
سگ تو اک کھرا ہے جمعیۃ العلماء

ملت کی ترجمانی تجھ پر ہی منحصر ہے
زنجیرِ رابطہ ہے جمعیت العلماء

ہندوستان کو تیری درکار ہے حمایت
طوفان میں جو گھر ہے جمعیت العلماء

ترکِ رسومِ بیجا اب تیرا مدعا ہے
حق کی یہی رضا ہے جمعیت العلماء

اسعد سے لی جسامت، شبیر سے حمایت
دکن میں بر ملا ہے جمعیت العلماء

شبیر سے تو موقف، محمود تر ہوا ہے
رتبہ میں اب سوا ہے جمعیت العلماء

یوں قدردان اسکی شاقب کی شاعری ہے
طغیاں میں ناخدا ہے جمعیت العلماء





پانی کی حقیقت اور اسکی اہمیت

رواقِ شش جہات ہے پانی
نعمتِ باحیات ہے پانی

یہ نہ ہو تو حیات کا کیا ہو
ہاں مسیحا صفات ہے پانی

اسکی تاثیر کے ہیں دو پہلو
یہ حیات و ممات ہے پانی

ہر غلاظت کو دور کرتا ہے
پاک کرنے کی بات ہے پانی

ماند سورج کی روشنی اس سے
بادلوں کی برات ہے پانی

اسکے آگے مجالِ آگ کی کیا
اسکو دیتا جو مات ہے پانی

یہ ہزاروں میں قیمتی راہوں میں
تحفہ نئی حیات ہے پانی

بھیل دریا نہر ہزاروں میں
سات بحروں کی بات ہے پانی

ساری بازار کائنات میں یہ
ایک جنس ثقیات ہے پانی

اسکی سانس بھی ہے دست نگر
جوہر طبعیات ہے پانی

اس سے سرسبز گلشن و صحرا
محد ہر نشات ہے پانی

اس میں صحت ہے لذت و تسکین
ایک جامع صفات ہے پانی

سطح ارضی پہ زیرِ ارض بھی یہ
رحمت کائنات ہے پانی

اسکی طاقت کا پوچھنا کیا ہے
ہائپر جین کی بات ہے پانی

اب ہجوموں کو توڑنے کیلئے
اپنی پولس کا ہات ہے پانی

بحرِ قلزم میں غرق ہوا فرعون
جاہلوں سے نجات ہے پانی

نوحؑ کی قوم سب ہلاک ہوئی
کافروں کی مہمات ہے پانی

پوچھئے اپنی رودِ موسیٰؑ سے
ایک طغیانِ رات ہے پانی

یادگار ذبیح ہے پانی
زمزم باحیات ہے پانی

اس سے سیراب ہیں کروڑوں میں
تاابد و افراس ہے پانی

آبشاروں کی یہ زباں بن کر
نغمۂ التفات ہے پانی

اس سے ٹھنڈا زمین کا سینہ
معدنِ ارضیات ہے پانی

سب چرند اور پرند بھی محتاج
حاجتِ کائنات ہے پانی

انحصارِ لباس اور غذا
صنعتوں کی حیات ہے پانی

اس سے بن جاتی ہے سمنٹ فولاد
کیا عجوبہ صفات ہے پانی

صحت و تندرستی اسکی رہیں
شاملِ ادویات ہے پانی

ذائقہ اس سے ہے زباں کیلئے
ہاں تک کہ نشات ہے پانی

پھول و پھل کی بہار اس سے ہے
تاز گئی حیات ہے پانی

اس میں پوشیدہ ہیں ہزاروں بطن
یہ بھی گویا لغات ہے پانی

کم سنوں کیلئے ضروری ہے
لازم بالغات ہے پانی

پاکئی مومنتا ہے پانی
حاجت کافرات ہے پانی

اسکی تعریف مختصر یوں ہے
عصرِ لازما ہے پانی

خوب مذاقِ بیاں کیا تو نے
شاہکار حیات ہے پانی



ہم اور ہمارا پانی

آج آبِ حیات ہے پانی
آج نایاب ذات ہے پانی

کبھی دن میں کبھی تو رات آتا
اب نہ دن میں نہ رات ہے پانی

آج سینڈھی شراب ہے دافر
آج قاتل کی بات ہے پانی

کہیں میلہ ہے اور یدبو کا
زندگی سے نجات ہے پانی

اب حکومت بھی ہے تھکی مادی
اسکی قسمت کی رات ہے پانی

شہرِ بانِ قدیم شہر کو اب
گویا آبِ قسرات ہے پانی

اسکو فرصت کہاں مسائل سے
کیوں حکومت کے ہات ہے پانی

اب غریبوں کو دیکھتا ہے کون
آج "دولت" کی بات ہے پانی

آج باہر ہے دسترس سے یہ
آج نا ممکنات ہے پانی

ہم سے روٹھا ہوا ہے کیوں افسوس
محسن کائنات ہے پانی

روزِ جمعہ بھی ہم نہانہ کے
باعثِ اضطراب ہے پانی

اب اسے ہم کہاں تلاش کریں
بورویل سے فرار ہے پانی

ہائے کیا ہو گا حالِ مستقبل
کرویا بے قرار ہے پانی

اب حکومت سے کیا کریں شکوہ
وعدہ بار بار ہے پانی

زندگی اب وبال ہے اپنی
خارج اختیار ہے پانی

اب عبادت کی طرح سے ثاقب
ذکرِ لیل و نہار ہے پانی



ہماری سڑکیں

یہ شہر ہے یا ویرانہ ، ہر راہ میں ٹھوکر کھانا
یہ سچ ہے نہیں ہے فناء ، ہنسا ہے دیکھ زمانہ

ہائے یہ ہماری سڑکیں

انسان کا چلنا مشکل ، حیوان کا چلنا مشکل
ہمان کا چلنا مشکل ، بلوان کا چلنا مشکل

ہائے یہ ہماری سڑکیں

یہ شہر ہوا دد آدھا ، کہتے ہیں تیا ویرانا
ہے نئے میں طبقہ اعلیٰ ، اور قدیم میں ہے ادنیٰ

ہائے یہ ہماری سڑکیں

بارش میں جو چلتا ہو گا ، وہ ایک تماشا ہو گا
ہر کپڑا سیلا ہو گا ، کیچڑ جو اچھلتا ہو گا

ہائے یہ ہماری سڑکیں

کنکر ہے کہیں پہ اکھڑا ، ہموار نہیں ہے رستا
پانی ہے کہیں یہ ہرا ، ہو جیسے ندی تالا

ہائے یہ ہماری سڑکیں

گر آئیں چیف بتا دوں ہمارا انہیں دکھلا دوں
سب آنکھوں دیچی سنا دوں سب حال انہیں سمجھا دوں

ہائے یہ ہماری سڑکیں

گراستے یوں ہی رہیں گے ہم کوئی بھی دوڑ نہ دینگے
سو بارہی تو کہیں گے ہم کب تک آہ بھرینگے

ہائے یہ ہماری سڑکیں

ہے کہیں یہ موری اُبلتی اور گندگی ہر سو بہتی
بدبو سے ناک سکر رہی اور دل میں آگ سلگتی

ہائے یہ ہماری سڑکیں

سڑکوں پر کہیں گڑھے ہیں کچھ انساں ان میں گرے ہیں
اکثر تو زخمی ہوئے ہیں کچھ دنیا چھوڑ چلے ہیں

ہائے یہ ہماری سڑکیں

ہر کرو دانش حیراں یہ کام ہو کیسے آساں
عقلمند سے ہیں سب ہی نالائک اب کون کرے گا دریاں

ہائے یہ ہماری سڑکیں

آبادی وہ جو اڑھائی یہ دیکھ کے خلقت روئی
حکام کی یہ دلچسپی تعمیر پہ کیوں نہیں لگتی

ہائے یہ ہماری سڑکیں

مقصود نہیں ہے شکوہ، اختتام کا ہے اک جذبہ
شاقبہ ہی ہے منشا، بہتر رہے ہر اک رستا

ہم اور ہماری سڑکیں





اجتماعی شادیوں کی تہنیت

اب زمانے کی نگاہوں میں یہ منظر آگیا
 درد مندوں نے غریبی کا مداوا کر دیا
 نوجوان ارماں کی دنیا میں اجالا ہو گیا
 اہل ملت کو مبارک اجتماعی شادیاں
 آج کتنے ہی گھروں میں ان بیاہی لڑکیاں
 گھوڑے جوڑے کی دبا پڑے رہی ہیں سسکیاں
 رو رہی ہیں اپنی قسمت کو کسکی مجبوریاں
 مخلصوں نے دور کیں اس راہ کی دشواریاں
 اہل ملت کو مبارک اجتماعی شادیاں

یہہ تقاضا وقت کا ہے وقت کی آواز ہے
 نامرادوں کی مرادوں کا آس میں راز ہے
 خاک طیبہ اور فلاح معاشرۃ پر ناز ہے
 ان کی ہمت اور وفاؤں کا عجب اعجاز ہے
 اہل ملت کو مبارک اجتماعی شادیاں

شکر ہے مالک غریبوں کے کھلے قسمت کے پھول
 ان کے حق میں بہتری کی ہر دعا سب کی قبول
 یا خدا تو فقیح دے اوروں کو اب بہر قبول رہ
 جس راضی ہوں خدائے پاک اور اسکے رسول ۲

اہل ملت کو مبارک اجتماعی شادیاں

کس قدر سرور ہے شاقب یہ منظر دیکھ کر
 شاد ہیں سرتار ہیں ہر فرد کے قلب و نظر
 قومی یکجہتی کا یہاں پھیلا ہے اب نور سحر
 یا الہی ڈال دے ہر ایک پر اس کا اثر

اہل ملت کو مبارک اجتماعی شادیاں



○ خاکِ طیبہ ٹرسٹ

فیض بخشی کا پر نور مینار ہے خاکِ طیبہ ٹرسٹ
مرجا یا ثمر ایک گلزار ہے خاکِ طیبہ ٹرسٹ

ارضِ طیبہ سے منسوب ہے مرجا خاکِ طیبہ ٹرسٹ
نیک بندوں کا سامانِ ایشا ہے خاکِ طیبہ ٹرسٹ

جن کو اللہ سے سرفرازی ملی، درد مندی ملی
ان کی کوشش سے ملت کا معمار خاکِ طیبہ ٹرسٹ

مرکز فیض و احسان جدہ میں ہے اور دکن میں بھی
جدید فیض بخشی سے سرشار ہے خاکِ طیبہ ٹرسٹ

ایک عابد رہے اور اب ہیں دلی اور یزدانی بھی
ایک زاہد و عظمت علمدار ہے خاکِ طیبہ ٹرسٹ

شادی نادار کی، طالبوں کی مدد، بیوگان کی مدد
غم زدوں بے نواؤں کا غم خوار ہے خاکِ طیبہ ٹرسٹ

اسکے اغراض اسکے مقاصد سمجھی قابل تازی ہیں ؛
سب کی ستائید و نصرت کا حقدار ہے خاکِ طیبہ ٹرسٹ

صرف خوشنودی رب ہے بیشِ نظر اور کچھ بھی نہیں
پسند و پچھڑے ہوں کا مددگار ہے خاکِ طیبہ ٹرسٹ

تیرا مطلوبِ قدرِ انسانیت اور ہو یہ بلند
قدر دان کام کی تیرے سرکار ہے خاکِ طیبہ ٹرسٹ

کامیابی قدمِ حرم لے گی ترے یہ یقیں ہے ہمیں
سر پرستی کو اب تیری آواز ہے خاکِ طیبہ ٹرسٹ

لے کے حسنِ عقیدت کی سوغات یاں آج شائق بھی ہے
فہم اور فکر پہ تو ضیاء ہے خاکِ طیبہ ٹرسٹ



فضیلتِ تعمیرِ مسجد

خدا کی عنایت ہے تعمیرِ مسجد
محمدؐ کی رحمت ہے تعمیرِ مسجد

سعادتِ دولت ہے عظمت بھی ہے یہ
مسلمان کی عزت ہے تعمیرِ مسجد

خدا اور نبیؐ کی ہے خوشنودی اس میں
قبلاً لائے جنت ہے تعمیرِ مسجد

وَمَنْ يَجْعَلْهُ كِيَاہِ قرآن میں آیت
اسی کی بشارت ہے تعمیرِ مسجد

کریں شکر معمار اپنے خدا کا
خدا سے بھی قربت ہے تعمیرِ مسجد

رضائے خدا اور رضائے نبیؐ میں
دلوں کی حرارت ہے تعمیرِ مسجد

عجب منزلت کی ہے ہر ایک مسجد
سرور عبادت ہے تعمیر مسجد

ہے تعلیم قرآن بڑی اک سعادت
بڑی ایک دولت ہے تعمیر مسجد

ہی جس کو توفیق خوش بخت ہے وہ
محمدؐ کی سنت ہے تعمیر مسجد

خدا سے محبت کی ہے ایک صورت
متاع سخاوت ہے تعمیر مسجد

اُنہیں تہنیت پیش کرتا ہے شاقبہ
نشان کرامت ہے تعمیر مسجد





تعارف جامعۃ الفاروقیہ

تنویر دین مصطفیٰ جامعۃ الفاروقیہ
عرفان کا دارالہدیٰ جامعۃ الفاروقیہ

اس دور کے چلتے ہوئے طوفانِ انتشار میں
مستی عقائد کا دیا جامعۃ الفاروقیہ

تحفِ قرآن و حدیث، تفسیر قرآن وفقہ
ایمان کی منزل کا پتہ، جامعۃ الفاروقیہ

نام و ریل سے پاک، فیضان اس کا ٹھوس ہے
کہتا ہے ہر اک مرجا، جامعۃ الفاروقیہ

اس کا چلن اخلاص ہے، اخلاص میں حق کی رضا
ہے دین کا سکھرا، جامعۃ الفاروقیہ

یہ خیرِ محکم اور اُخرجت للناس کا مصداق ہے
یا مرجا یا مرجا، جامعۃ الفاروقیہ

ہارون کے ہر وقتانے، اس کا ساماں کر دیا
فاروقیت کی ہے ردا، جامعۃ الفاروقیہ

حسان کا ہے انتظام، الطاق کی تائید ہے
دولت سے ہے یہہ پُر انصیا، جامعۃ الفاروقیہ

تماقب ہے تیرا مدرج، حوال اور مدرج میں سرشار ہے
تعریف تیری ہے بجاء، جامعۃ الفاروقیہ



قصیدتِ آتھار مبارک

یہہ کتنے ضیا یار ہیں آتھار مبارک
سکرار کے انوار ہیں آتھار مبارک

اک سلسلہ نور حیاتِ نبوی ہیں
اک دولت دیدار ہیں آتھار مبارک

ہے اس میں شغائے دل و جاں آنکھ کی ٹھنڈک
ہاں داروئے بیمار ہیں آتھار مبارک

ان موئے مبارک میں نکلتی ہیں جو شاخیں
یہہ ان کے ہی آتھار ہیں آتھار مبارک

اب ان سے ضیا پاتا ہے گلزارِ تمنا
دلدار کے اسرار ہیں آتھار مبارک

قرآن میں مذکور ہے تابوتِ سکینہ
اسلام کا شہکار ہیں آتھار مبارک

وابستہ ہوئی فتح و ظفر اس کے کرم سے
 ناقابل انکار ہیں آثار مبارک
 اللہ کے محبوب کے قدموں سے ہے نسبت
 زمزم کے بھی اذکار ہیں آثار مبارک
 خالدہ کی شجاعت کا خزانہ بھی ہیں آثار
 تاریخ کا افسار ہیں آثار مبارک
 وہ دستِ نبیؐ سے جو ہوا خوانِ انسِ مَس
 ہر آگ میں گلزار ہیں آثار مبارک
 سرکارؐ کی چادر جو بُھری رُف کو ملی ہے
 وہ شافیؐ بیدار ہیں آثار مبارک
 بنیائی ملی حضرت یعقوبؑ کو جس سے
 اس کرتے کے سب تار ہیں آثار مبارک
 اس سامری مُشرک سے جو پوچھا تو کہنا یہ
 جبریلؑ کے اسرار ہیں آثار مبارک
 قدوٰں کے نسلِ بجائے سجدہ اور حجرِ اسود
 یہ سب ہی تو آثار ہیں آثار مبارک
 خوشِ نختی پہ آرائیں تو برحق ہے یہ ناقب
 اک دامنِ ابرار ہیں آثار مبارک



دارالقضات

سزاوار عزت ہم دارالقضات
ہماری ضرورت ہے دارالقضات

نہد اور نبیؐ کی رضا کا ہے مرکز
ضیاءِ حکمت ہے دارالقضات

حدیث اور قرآن کی اتباع میں
نفاذِ شریعت ہم دارالقضات

جہاں عقل و دانش کی جلتی ہے شمع
حدودِ قرآن ہے دارالقضات

ہے یاں صرف قانون کی پاسداری
نویذِ عدالت ہے دارالقضات

شریعت، فقہ اور احکام دیں گی
حیں آگ عمارت ہے دارالقضات

اسی سے ہے اسلام کی سر بلندی
محمدؐ کی رحمت ہے دارالقضات

مسلمان یہ لازم ہے توقیر اسکی
شمار ہدایت ہے دارالقضات

گزیز اس سے بریادلوں کی ہے دعوت
بھلائی کی دعوت ہے دارالقضات

حیات جماعت ہے اک قومی غفلت
اسی کی حرارت ہے دارالقضات

یہاں مسند آراہیں اہل عدالت
نظام قضاات ہے دارالقضات





فضیلتِ روزہ داری

خدا کی عنایت ہے یہ روزہ داری
محمدؐ کی رحمت ہے یہ روزہ داری

خدا کی صفت کا یہ روزہ ہے مظہر
مسلمان کی غفلت ہے یہ روزہ داری

جزا اس کی ملتی ہے دستِ خدا سے
قبلائے جنت ہے یہ روزہ داری

زہے نو نہالاتِ مارتہ کے حق میں
عجبا اک سعادت ہے یہ روزہ داری

یہ حکمِ خدا ہے یہ حکمِ ربّیؑ ہے
کمل عبادت ہے یہ روزہ داری

مسلمان کے حق میں یہ نعمت ہے بے شک
خدا کی مسرت ہے یہ روزہ داری

غریبوں کا احساس بڑھتا ہے اس میں
میش کی حکمت ہے یہ روزہ داری

ہر اک سمت افطار کا اہتمام ہے
بزرگوں کی سنت ہے یہ روزہ داری

مسلمان کوئی نہ تارک ہو اس کا
کہ دینی ضرورت ہے یہ روزہ داری



انجمن قادری حیدرآباد

دین و ایمان کا اک گلستان ہے انجمن قادری انجمن قادری
کتنی پر ناز ہے کتنی ذیشان ہے انجمن قادری انجمن قادری

دورِ حاضر میں اک شمعِ ایمان ہے انجمن قادری انجمن قادری
اہل سنت مسلمان کی پہچان ہے انجمن قادری انجمن قادری

اسکی تنویرِ قلب و جگر کا چراغ، رہبرِ منزل و رہبرِ کارواں
اپنے سید محمد کا دامان ہے انجمن قادری انجمن قادری

ہند کا قلا ہے شہرِ حیدرآباد ہاں اسی شہر میں ہاں اسی شہر میں
قادریت کی عظمت کا عنوان ہے انجمن قادری انجمن قادری

اپنے اغراض اپنے مقاصد میں بیہ یا عل بھی ہے اور قابلِ ناز بھی
سر بلندیِ ملت کا سامان ہے انجمن قادری انجمن قادری

ایک محبوبِ حق اس کا نگراں ہے، اس کا ضامن بھی ہے
جس پہ نازاں دکن کا مسلمان ہے انجمن قادری انجمن قادری

اس سے وابستگی اک، سعادت بھی ہے، ایک دولت بھی ہے
اپنے ایمان کی پستی کا درمان ہے انجمن قادری انجمن قادری

اسکے انوار ہر سمت میں ضوفاں، دینی تعلیم کا اہتمام اس میں ہے
جس کا چاروں طرف حسن فیضان ہے انجمن قادری انجمن قادری

قابل دید ہے قابل ناز ہے، یہم تر با بکمن، اور تری یہم پہ بھمن
دل جگر جان سب تجھ پہ قربان ہے انجمن قادری انجمن قادری

یہ محمد حسینی ترے صدر ہیں، ضوفاں تری اور بھی بڑھ گئی۔
مدح خوانی پہ مناقب بھی نازل ہے انجمن قادری انجمن قادری





فلسفہ شہادت

دل و جان کا اپنے ہو ارماں شہادت
ہے اپنی تباہی کا درماں شہادت

مسلمان ہوا حیف محروم عظمت
ہے داروئے درد مسلمان شہادت

اُسے حشر تک کی بقا کا ہے انعام
عطا کرتی ہے روحِ ایمان شہادت

اسی سے تو پائی ہے قوموں نے عزت
ہے اک جو ہر نابِ انساں شہادت

بہارِ ارم جس پہ صد بار قُرباں
دل و روح کا ہے نکلستان شہادت

اُلٹ کر کے تاریخِ عالم کو دیکھو
مسلمان کی عزت کا سامان شہادت

مٹا دیجئے اختلافات باہم !
بنے زیورِ عہدِ پیماں شہادت

ہر اک ظلم کے آگے بن جائیں دیوار
یہی ہے خراجِ شہیداں شہادت

قیامت تلک روشنی بانٹتی ہے
ہے در کربلا شمعِ ایماں شہادت

لئے گود میں کنبہٴ مرتضیٰؑ کو
قیامت میں پھرتی ہم لرزاں شہادت

علیؑ کے دلاڑوں کو جیبِ خوں میں دیکھا
ہوئی خود بھی ان میں پیشماں شہادت

یہی رہبرِ منزلِ اخروی ہم
حیاتِ ابد کا ہے عنوانِ شہادت

ازل سے ابد تک ہے اسکی نظر میں
ہے وہ سرمہٴ چشمِ ایماں شہادت

ز دیکھی یہہ شان اور شوکت کہیں بھی
جینی چن پر ہے قسرباں شہادت

یہی کُفر کو کاٹ کر پھینکتی ہے
ہے اسلام کی تیغِ بڑاں شہادت

خدا تک رسانی کا ہے ایک زینہ
ہے حسنِ تمنائے پاکاں شہادت

گرا دیگی وہ قعرِ ذلت میں سب کو
جو دیکھے گی ان کو گریزاں شہادت

حیاتِ ابد کے راستے میں موتی
ہے رحمت کی اک ابرِ نیاں شہادت

شہیدوں کا انجام دیکھا جب اُس نے
ہے محشر میں ہر سمت تازاں شہادت

خدا کا نظر اس کو آتا ہے جلو
لگائی جسے ضربِ پیکان شہادت

کھلاتی پلاتی ہے زندوں کی مانند
بناتی ہے جنت کا ہماں شہادت

خدا نے کہا ان کو مردہ نہ سمجھو
پچھلے جسے زیرِ زماں شہادت

یقیناً وہی موت ہے سب سے بہتر
کمریں یاد تیس کو بہ عنوان شہادت

ہے حق کی حفاظت و حق کی اشاعت
صحابہؓ کا تھا شوق و ارماں شہادت





تعارف اجمیہ مقدس

تمنائے مردانِ عرفاں ہے اجمیہ
کرڈوں مسلمان کا ارماں ہے اجمیہ

زریں ہند کی ناز کرتی ہے جس پر
ولایت کے سلطان کا ایواں ہے اجمیہ

غریبوں کو ملتی ہے راحت یہیں سے
غریبوں کی عزت کا ساماں ہے اجمیہ

مری آرزوں کا قبیلہ یہی ہے
یہ قربان تجھ پر مری جاں ہے اجمیہ

نگاہیں اسی سمت سب کی لگی ہیں
ہمارے مصائب کا درماں ہے اجمیہ

عقیدت کی آنکھیں ہوتیں اس سے روشن
کہ فردوس منظرِ بداماں ہے اجمیہ

رسالت کے منصب کا اک ترجمان ہے
ولایت کی عظمت کا عنوان ہے اجمیر

ملک جانتے ہیں ہے کیا اسکی عظمت
عروس البلاد مسلمان ہے اجمیر

گلی قطبیت سکراتے ہیں جس سے
وہ پر نور گلزار فیضیاں ہے اجمیر

طواف اس کا کرتے ہیں لاکھوں دل و جہاں
عقیدت کی شمع فروزاں ہے اجمیر

جو راہی ہوا اسکی منزل پہ پہونچا
کہ جنت کی اک راہ آساں ہے اجمیر

ذرا اسکے انوار پر کیف - دیکھو
بہشت بریں کا خمیاں ہے اجمیر

جہاں سے ہوا ٹھنڈی آئی تھی ان کو
رسل خدا کا گلستاں ہے اجمیر

ہے لاکھوں دلوں میں قیاسے عقیدت
اسی سے تو رشکِ چسراغاں ہے اجمیر

ہزاروں جو دلیوں کے ہیں آستانے
ستاروں میں ماہِ دلخشاں ہے اجمیر

مسلمان ہوئے جن سے ننانوے لاکھ
اسی مردِ حق کا شہستان ہے اجمیر

یہ مرکز ہے ابدل و اقطابِ دین کا
فلک کے ملائک کا ارماں ہے اجمیر





عظمت برقعہ اسلامی

ہے نسوانی عظمت کا حصہ یہہ برقعہ
ہے خاتونِ جنت کا اُسوہ یہہ برقعہ

خدا سے خشیت کی ہے اک علامت
حیا اور شرافت سراپا یہہ برقعہ

کسی طوطے ہونے ناقدری اسکی
سمجھ لو ہے رحمت کا سایا یہہ برقعہ

لازم ہے ہرک پہ
برقعہ یہہ کھڑنا

مرتب اسکو لے کر
نشا یہہ برقعہ

آپ رآئیں تھیں میں جب کالے کالے
تو بتا یہہ اس جا تما شا یہہ برقعہ

خدا کو دکھائیں گے کیا حشر میں منہ
حیا کو اگر یوں مٹایا یہہہ برقعہ

پہن کر اسے ہر گتہ سے رہیں دور
یہی کر رہا ہے تقاضا یہہہ برقعہ

نہ ہو حسن و چہرہ کی ہرگز نہائش
کھلا ہو جو چہرہ تو کیسا یہہہ برقعہ

رفا ئے خلا میں اگر ہو حفاظت
تو جنت کا ہو گا قبلا یہہہ برقعہ

پہن کر ہوں گر مرتکب معیہ کے
بنے گا جہنم کا شعلہ یہہہ برقعہ

نظر آئے نام نہاں کا کوئی حصہ
کمل ہو عورت کا پردا یہہہ برقعہ

رکھو اسکی حرمت رکھو اس کی عظمت
ہنسی کا نہ موضوع ہو اپنا یہہہ برقعہ

کہوں گا یہی اپنی بہنوں سے شائب
کہے ترجباتی تقویٰ یہہہ برقعہ